بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

التبشیر پر اعتراضات کا
علمی جائزہ

حضرت محترم جناب دیوان صاحب قبلہ (۲) مولانا پیر محمد چشتی۔
(۳) بابا اکرم صاحب (۴) عبد اللطیف قادری صاحب پشاور
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج مبارک!

پشاور سے فضل الٰہی نامی ایک صاحب کا مسودہ میرے پاس آیا تھا۔ میں نے اس کا جواب انہیں ارسال کر دیا ہے۔ اپنے جواب کی فوٹوسٹیٹ کاپی فضل الٰہی کے مسودہ کے سرورق کی ایک "نقل مطابق اصل" منسلک کر رہا ہوں۔

جواب کی جو فوٹو اسٹیٹ کاپی فضل الٰہی کو بھیجی ہے اُس کے صفحہ ۲۵ کی آخری سطر میں فاضلِ مضمون سے ایک غلطی ہو گئی تھی جو بعد میں دیکھنے میں آئی ہے چنانچہ اس کی تصحیح کر کے مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۸۰ء کو انہیں بذریعہ رجسٹری جوابی رسید ارسال کر دی ہے۔ اس کی نقل بھی منسلک ہذا کی جا رہی ہے تاکہ وہ یعنی فضل الٰہی احباب میں غلط بیانی نہ کر سکیں۔

آپ بھی ملاحظہ فرمالیں اور تمام احباب کو بھی پڑھا دیں تاکہ ہمارے سُنّی احباب کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔

فقط والسلام
سیّد احمد سعید کاظمی غفرلہٗ
۷ راگست ۱۹۸۰ء

تاریخ : ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

محترم جناب فضل الٰہی صاحب

سلام مسنون :-

مزاج گرامی

آپ کے مضمون کا جواب جو ۲۲ جولائی کو آپ کے نام بذریعہ رجسٹری بھیجا گیا ہے اس جواب کی کاپی کے صـ۲۵ پر آخری سطر میں کتابت کی ایک غلطی رہ گئی ہے جس سے آپ کو مطلع کرنا ضروری سمجھتا ہوں وہ سطر حسب ذیل ہے

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمالات ولایت کے اس بلند مقام پر پہنچے جس سے رسالت کا آغاز ہوتا ہے۔

اس سطر میں جس سے کی بجائے " جس کے بعد " پڑھا جائے۔ اصل مسودہ میں " جس کے بعد " ہی ہے۔ ناقل نے غلطی سے اُس کی بجائے " جس سے " لکھ دیا۔ پوری سطر اس طرح پڑھی جائے۔

" حضور غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ کمالات ولایت کے اُس بلند مقام پر پہنچے جس کے بعد رسالت کا آغاز ہوتا ہے "

اپنی فوٹو اسٹیٹ کاپی میں یہ تصحیح ضرور فرمالیں۔

شکریہ

سید احمد سعید کاظمی غفرلہٗ

۲۹ جولائی ۱۹۸۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب مکتوب !

جناب محترم :

سلام مسنون : جیسا کہ میں اس سے قبل آپ کو لکھ چکا ہوں کہ ۲ دو اپریل ۱۹۸۰ء کو آپ نے میرے نام اپنے مضمون کی رجسٹری کرائی ۔ اسی ۲ دو اپریل کی شام کو میں نشتر ہسپتال ملتان میں داخل ہوا ۔ اور ساڑھے چار گھنٹے میرا اپریشن جاری رہا ابتدا مئی میں شدید تکلیف اور انتہائی نقاہت کی حالت میں گھر آیا اور صاحبِ فراش رہا ۔ تا حال صاحبِ فراش ہوں ۔ آپ یقین فرمائیں چند آدمیوں کا سہارا لیے بغیر دو قدم چلنا بھی دشوار ہے ۔ آپ کی رجسٹری کا مجھے علم نہیں ہوا ۔ میرے احباب نے میری علالت کے پیشِ نظر مجھے بتایا تک نہیں کہ اس قسم کی کوئی رجسٹری آئی ہے ۔

بالآخر کافی مدت کے بعد پرانی ڈاک میں آپ کی وہ رجسٹری احباب نے مجھے بھیجی میرے اندر اتنی طاقت نہیں تھی کہ آپ کا مضمون پڑھ سکتا بستر پر لیٹے ہوئے سرسری طور پر آپ کا مضمون دیکھا اور اس کے اکثر و بیشتر حصے احباب سے پڑھوا کر سُنے ۔

مجھے انتہائی افسوس ہے کہ آپ کے اس طویل مضمون میں لاعلمی ، غلط فہمی ، مغالطہ دہی دروغ گوئی اور تضاد بیانی کے سوا کچھ نہیں ، مثال کے طور پر آپ نے میرے نام اپنے مکتوب (جو مضمون کے ساتھ شامل ہے) کے صا کی سطر ۱۰ پر لکھا ۔

"ناچیز کا اختلاف تو علمی ہے مجادلہ یا مکابرہ نہیں کہ کسی کی ذات کو دشنام دہی کروں" اھ بلفظہ۔

آگے چل کر اسی صفحہ کی سطر ۱۳ و ۱۴ پر لکھتے ہیں۔

"ناچیز نے دلائل کے ساتھ مجبور کر کے اُس سے احمد رضا خان خیانتی لعنتی، تین بار کہلوایا" اھ بلفظہ۔

اگر کوئی شخص نانوتوی کو خیانتی، لعنتی کہے تو کیا یہ آپ کے نزدیک دشنام دہی قرار نہیں پائے گی؟

ایک ہی صفحہ کی دو مختلف سطروں سے آپ کی تضاد بیانی اور دروغگوئی واضح ہو گئی۔ یہ مثال تو بطور "مشتے نمونہ از خروارے" ہے۔ ورنہ آپ کا سارا مضمون اسی قسم کی تضاد بیانی اور لاعلمی و دروغ گوئی سے بھرا پڑا ہے۔

آپ کے سب سے پہلے خط کے جواب میں اگر میں جواب دینے کا وعدہ نہ کرتا تو بخدا ہرگز جواب نہ دیتا۔ کیوں کہ اس سارے مضمون میں لغویات کے سوا جواب دینے کے قابل کوئی بات ہی نہیں۔ آخر میں

آخر میں اتنا اور عرض کر دوں کہ اگر اس کے بعد آپ نے کچھ لکھنے کی جسارت کی تو مجھ سے اُس کے جواب کی توقع ہرگز نہ رکھنا۔ کیوں کہ میں اپنے دینی و علمی مشاغل میں اس قدر مصروف ہوں کہ اس قسم کے لغویات کی طرف متوجہ ہونے کی مجھے فرصت بھی نہیں۔

فقط

سید احمد سعید کاظمی غفرلہٗ

۱۸ رمضان المبارک سنہ ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۲ جولائی سنہ ۱۹۸۰ء

اب لیجئے اپنے مضمون کا جواب ملاحظہ فرمائیے!

حامداً و مصلیاً و مسلماً

آپ نے اپنے مضمون **نانوتوی صاحب کا اعتقادِ ختم زمانی اور اس کی حقیقت** کے صفحہ ۱ پر فرمایا

نانوتوی صاحب خاتمیت بمعنیٰ آخر النبیین کے بالکل معتقد و مقر ہیں چنانچہ اسی تحذیر الناس کے صفحہ ۱۱ میں وہ ختم نبوت کے انکار کنندہ کو بایں الفاظ کافر قرار دیتے ہیں کہ سو جس طرح تعداد رکعت کا منکر کافر ہے ایسا ہی ختم نبوت کا منکر بھی کافر ہے اھ بلفظہ (تحذیر)

جواباً عرض ہے کہ آپ نے تحذیر سے نانوتوی صاحب کی عبارت نقل کرنے میں ایسی بدترین خیانت کی ہے کہ جو کسی مسلمان کے نزدیک قابلِ معافی نہیں تحذیر کی اصل عبارت یہ ہے۔

"سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعدادِ رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں۔ جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔

(بلفظہ تحذیر) ص ۹

نانوتوی صاحب نے **نانوتوی صاحب کے نزدیک رکعات وتر بھی متواتر ہیں** اس عبارت میں اعدادِ رکعات فرائض کے تواتر میں وتر کو بھی شامل کر لیا ہے جیسا کہ خط کشیدہ عبارت سے واضح ہے لیکن آپ نے اس حصہ کو شیرِ مادر کی طرح ہضم کر کے اشد ترین خیانتِ مجرمانہ کا ارتکاب کیا ہے ہر مسلمان جانتا ہے کہ اعداد رکعات فرائض کا منکر اسی

لیئے کافر ہے کہ یہ اعداد تواتر سے ثابت ہیں اور تواترِ شرعی کا منکر کافر ہوتا ہے
جب نانوتوی صاحب نے اس تواتر میں وتر کو بھی شامل کر لیا ہے تو نانوتوی صاحب
کے نزدیک وتر کی تعدادِ رکعات کا منکر بھی کافر قرار پائے گا اور کافر بھی ایسا
جیسا کہ ختم نبوت کا منکر کافر ہوتا ہے۔ لیکن ہر مسلمان جانتا ہے کہ فرائض کی طرح
وتر تواتر میں شامل نہیں۔ آج تک فرضوں کی رکعتوں میں اختلاف نہیں پایا گیا
کسی مسلمان نے یہ نہیں کہا کہ مثلاً ظہر کے تین فرض جائز ہیں یا مغرب کے فرضوں
کی دو رکعتیں پڑھ لی جائیں تو نماز ہو جائے گی۔ بخلاف وتر کے کہ سلفِ صالحین
سے لے کر آج تک وتر کی رکعتوں میں اختلاف چلا آ رہا ہے۔

دیکھئے بخاری شریف میں ہے۔

قال القاسم ورأينا اناساً منذ ادركنا يوترون بثلاث وانّ كلاً لواسع وارجو ان لا يكون بشئ منه بأس انتهٰى

بخاری شریف جلد اوّل ص ۱۳۵

تعدادِ رکعات وتر میں اختلافِ امت یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت قاسم بن محمدؒ
رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ ہم نے جب سے لوگوں کو پایا انہیں تین رکعات
وتر پڑھتے دیکھا اور گنجائش سب میں ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ کسی شئ میں کچھ
مضائقہ نہ ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں اس کے تحت فرماتے ہیں۔

قال الكرمانى قوله (اى قاسم بن محمد بن ابى بكر رضى الله تعالىٰ عنهم اجمعين) ان كلا اى وان كل واحد من الركعة او الثلاث والخمس والسبع وغيرها جائز۔ انتهٰى۔ [1]

یعنی علامہ کرمانی نے فرمایا کہ حضرت قاسم بن محمد کے قول ان کلا کے معنیٰ
یہ ہیں کہ وتر ایک رکعت، تین رکعت اور پانچ رکعتیں اور سات وغیرہ سب جائز ہیں

[1]: (فتح الباری ـــ ج ۲ ص ۳۸۹)

یہ مسئلہ امت مسلمہ کے نزدیک قطعی اجماعی ہے۔ فرائض کی رکعات کی تعداد تواتر سے ثابت نہیں لہٰذا اس کا منکر کافر نہ ہوگا، مگر نانوتوی صاحب نے دونوں کو تواتر میں شامل کرکے تعداد رکعات وتر کے منکر کو بھی کافر قرار دیدیا۔ بنابریں نانوتوی صاحب کے نزدیک معاذ اللہ وہ تمام اسلاف کرام اور آئمہ دین کافر قرار پائیں گے جنہوں نے تعداد رکعات وتر میں اختلاف کیا اب اگر آپ نانوتوی صاحب کے خلاف اُمتِ مسلمہ کے مسلک کو حق سمجھتے ہیں تو ان پر اجماع قطعی کے انکار کا حکم لگانا پڑے گا اور ساتھ ہی یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ان کی عبارت منقولہ بالا کے مفہوم میں صریح تضاد ہے کہ اعداد رکعات فرائض کے منکر کی طرح ختم نبوت کا منکر کافر ہے اور اعداد رکعات وتر کے منکر کی طرح وہ کافر نہیں۔ متضاد عبارت کسی دعویٰ کی دلیل نہیں بن سکتی۔ لہٰذا تحذیر کی اس عبارت سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ منکرِ ختمِ نبوت ان کے نزدیک کافر ہے۔

۲ : اس کے بعد اسی صفحہ پر آپ نے صاحبِ تحذیر کے معتقد ختم زمانی ہونیکی دلیل مناظرۂ عجیبہ سے نانوتوی صاحب کی حسب ذیل عبارت نقل کی ہے۔

صرف عقیدہ لکھ دینا کافی نہیں

"خاتمیت زمانی اپنا عقیدہ ہے۔ ناحق تہمت کا کچھ علاج نہیں"

اھ بلفظہ۔

جواباً عرض ہے کہ مناظرہ عجیبہ میرے پیشِ نظر نہیں، ہوسکتا ہے کہ آپ نے حسب سابق یہاں بھی خیانت سے کام لیا ہو اور بر تقدیر تسلیم آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ محض قلم سے لکھ دینے سے کسی کا کوئی اسلامی عقیدہ ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے خلاف اپنے لکھے ہوئے غیر اسلامی عقیدے سے توبہ نہ کرلے۔ دیکھئے مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوۃ کا دعویٰ بھی کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا اقرار بھی اپنی تحریروں میں کیا۔ لیکن چونکہ وہ اپنے دعویٰ نبوۃ سے تائب نہیں ہوا۔ اس لئے اس کی تحریروں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخر النبیین

ہونے کا اقرار اسے کچھ فائدہ نہ پہنچا سکا۔

اس ختم نبوت کے مسئلہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔

مرزا قادیانی کا ختم نبوۃ کے عقیدہ کا اقرار اور اس کا انکار

دیکھئے مرزا غلام احمد قادیانی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا اقرار بھی اپنی تحریروں میں کیا لیکن اس کے باوجود اس نے خود دعوئ نبوۃ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا انکار کر دیا۔

مرزائیوں کا لاہوری فرقہ مرزا کو کفر سے بچانے کے لئے اس کی ان تحریروں کو پیش کرتا ہے جن میں اُس نے ختم نبوۃ کا اقرار کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مدعی نبوۃ کو کاذب اور کافر قرار دیا اور اپنا یہ عقیدہ لکھا کہ

"میں ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوۃ اور رسالت کو کاذب اور کافر مانتا ہوں"

آیئے مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریریں ملاحظہ فرمائیے۔

۱ "اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر (دہلی) کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوۃ کا مدعی ہے۔ ملائک کا منکر بہشت و دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرائیل اور لیلۃ القدر اور معراج نبوی سے بکلی منکر ہے۔

لہٰذا میں اظہاراً للحق عام وخاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افتراء ہے۔ میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں۔

اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے۔ اُن سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن وحدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعیٔ نبوۃ اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحیٔ رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔ اس میری تحریر پر ہر شخص گواہ رہے اور خداوند علیم و سمیع اول الشاہدین ہے کہ میں ان تمام عقائد کو مانتا ہوں جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور جن پر ایمان لانے سے ایک غیر مذہب کا آدمی بھی معاً مسلمان کہلانے لگتا ہے" اھ

(اعلان مورخہ ۲ر اکتوبر ۱۸۹۱ء (منقول از کتاب "مجدد اعظم")

۳ : مرزا صاحب کی دوسری عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

کیوں کہ حسب تصریح قرآن کریم، رسول اس کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرائیل کے ذریعہ حاصل کئے ہوں۔ لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو سال سے مہر لگ چکی ہے کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی؟ اھ

(ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۲۳ منقول از مجدد اعظم صفحہ ۲۸۳)

۳ : مرزا قادیانی کی تیسری عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

میں سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعیٔ نبوۃ اور رسالت کو کافر جانتا ہوں۔ اھ"

(اشتہار ۲ر اکتوبر ۱۸۹۱ء (منقول از مجدد اعظم ص۲۸۵)

۴ : مرزا صاحب کی چوتھی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" تقریر واجب الاعلام بمقام دہلی۔

۵ : مرزا صاحب کی پانچویں عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

مجھے کب جائز ہے کہ نبوۃ کا دعویٰ کرکے اسلام سے خارج ہوجاؤں اور کافروں کی جماعت سے جا ملوں" اھ

(حمامۃ البشریٰ ص۹ (منقول از مجدد اعظم ص۲۸۵)

اس مسئلہ ختم نبوت میں مرزا قادیانی کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

ہست او خیر الرسل خیر الانام ∴ ہر نبوت را بروشد اختتام

(منقول از کتاب مجدد اعظم ص ۴۵۹)

ان عبارات کے علاوہ بکثرت عبارات مرزا غلام احمد قادیانی کی ایسی ہیں جن میں اُس نے صاف اور واضح طور پر ختم نبوت کا عقیدہ ظاہر کیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کو کاذب اور کافر کہا ہے۔

کیا آپ ان عبارات کی بنا پر مرزا کو ختمِ نبوت کا قائل اور معتقد و مقر مان لیں گے ؟ جب کہ دوسرے مقامات پر اس کا دعویٰ نبوۃ اور ختم نبوت کا انکار موجود ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ مرزا قادیانی نے ختم نبوۃ کے عقیدے سے انکار اور اپنے دعویٰ نبوت سے توبہ نہیں کی۔

لہٰذا اس کی یہ تمام عبارات نا قابل قبول ہیں جن میں وہ ختم نبوۃ کا اقرار اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کو کاذب و کافر قرار دیتا ہے۔ بنا بریں آپ نانوتوی صاحب کی لاکھ عبارتیں بھی ایسی دکھائیں جنہیں ختمِ زمانی کو اپنا عقیدہ قرار دیتے ہیں۔ سب نا قابل قبول ہیں۔ جب تک کہ آپ اُن کی اُن عبارات سے توبہ ثابت نہ کریں۔ جن میں انہوں نے ختم زمانی کا انکار کیا ہے۔ جس کی تفصیل التبشیر میں عرض کر چکا ہوں اور انشاء اللہ آگے چل کر بھی اس پر مزید روشنی ڈالوں گا۔

اعلیٰحضرت پر الزام

اس کے بعد آگے چل کر اسی صفحہ پر آپ نے اعلیٰحضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگایا ہے کہ انہوں نے تحذیر الناس کی عبارات کا غلط ترجمہ کیا ہے اور لفظی اور معنوی تحریف کر کے خیانت اور بد دیانتی سے کام لیا ہے۔

الزام کا جواب

جواباً عرض ہے کہ تحذیر الناس کی تین عبارتوں میں جو قطعاً غیر اسلامی عقیدے بیان کئے گئے ہیں ان پر جب اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مواخذہ فرمایا اور پرستارانِ تحذیر سے اس کا کوئی جواب

نہ بن پڑا تو اعلحضرت پر (تحریف) بد دیانتی اور خیانت کے الزامات لگائے
تحذیر کے ان تینوں فقروں میں کفری مضمون تو تحذیر کے ماننے والے بھی تسلیم کرتے
ہیں۔ مگر اس کفری مضمون کا الزام اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر لگانا
اور تحریف لفظی و معنوی اور خیانت و بد دیانتی کو اُن کی طرف منسوب کرنا بہتان
اور افترا عظیم ہے۔

تحذیر کے تینوں فقرے مکمل ہیں

اول تو یہ کہ وہ تینوں فقرے مکمل ہیں بالفرض نامکمل بھی ہوں تو اُن کے
سیاق و سباق کے ساتھ انہیں پڑھا جائے تب بھی وہی معنیٰ نکلتے ہیں جو
اعلیٰ حضرت نے بیان فرمائے ہیں۔ انشاء اللہ عنقریب سیاق و سباق کے ساتھ
ان تینوں فقروں کو ہم نقل کریں گے۔ ہر منصف مزاج پر واضح ہو جائے گا کہ
اعلیٰ حضرت نے ان کا مفہوم صحیح بیان فرمایا ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ اعلیٰ حضرت
فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحذیر کے تینوں فقروں کو تقدیم و تاخیر کے ساتھ
نقل کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ

تینوں فقروں کی تقدیم و تاخیر کا جواب

اہل علم مصنفین کی عادت ہے کہ بعض اوقات مضمون کی
وضاحت کے لئے تقدیم و تاخیر کے ساتھ مسلسل جملے نقل کر دیتے ہیں۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کے متعدد مقامات پر ایسا ہی کیا ہے۔
مثال کے طور پر ایمان کی کمی ثابت کرنے کے لئے انہوں نے نا تمام آیاتِ قرآنیہ کو
متفرق مقامات سے خلاف ترتیب مسلسل نقل فرمایا ہے دیکھئے بخاری شریف جلد اول
ص۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بنی الاسلام علی خمس میں فرماتے ہیں قال اللہ تعالیٰ لیزدادوا ایماناً مع ایمانہم
وزدناہم ہدی، ویزید اللہ الذین اہتدوا ہدای۔ غور کیجئے یہ تمام آیات مسلسل
بغیر کسی علامتِ فصل کے نقل کی گئی ہیں۔ جس سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہو سکتا ہے

کہ یہ ایک ہی آیتِ قرآنی ہے اور حقیقت میں یہ ایک آیت نہیں۔ بلکہ تین آیات کے حصے ہیں اور وہ بھی متفرق مقامات سے چنانچہ پہلی آیت کا ٹکڑا "۱ لیزدادوا ایمانًا مع ایمانھم" قرآنِ کریم کے چھبیسویں پارے میں سورہ فتح کی چوتھی آیت کا حصہ ہے ۲ "وزدناھم ھدًی" دوسری آیت کا حصہ ہے جو پندرہویں پارے کی سورۃ کہف کی آیت ۱۳ سے لیا گیا ہے اور اس کے بعد ۳ "ویزید اللہ الذین اھتدوا ھدی" تیسری آیت کا حصہ ہے جو سولہویں پارے میں سورۃ مریم کی آیت چھہتر ۷۶ سے لیا گیا ہے۔ اگر یہ خیانت ہے تو امام بخاری پر بھی خیانت کا الزام لگائیے۔ (العیاذ باللہ)

نانوتوی صاحب کی تاویلات باطلہ | تحذیر الناس کے تینوں جملوں کو سیاق و سباق کے ساتھ نقل کرنے سے پہلے

ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے معنیٰ میں تاویلات باطلہ کا اصل منشا کیا ہے؟ تو گزارش ہے کہ صاحب تحذیر نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایک اثر کو پیشِ نظر رکھ کر آیت کریمہ کے معنیٰ میں غلط توجیہات کی ہیں وہ اثر حسب ذیل ہے۔

ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراھیم کابراھیمکم وعیسیٰ کعیسکم ونبی کنبیکم

اثر عبد اللہ بن عباس پر کلام | نانوتوی صاحب نے اس اثر کو صحیح مان کر ختم نبوۃ کے معنیٰ میں غلط تاویلات کیں

حالانکہ اس کی صحت میں محدثین کا اختلاف ہے یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ اگرچہ بعض محدثین نے اس اثر کو صحیح الاسناد کہا ہے۔ کما فی المستدرک للحاکم وغیرہ لیکن کسی روایت کا صحیح الاسناد ہونا اس کے صحیح ہونے کو مستلزم نہیں۔ دیکھئے تدریب الراوی شرح تقریب النواوی ص ۹۱ بلکہ خود مولانا عبد الحی لکھنوی نے اپنی کتاب الرفع والتکمیل میں یہی بات کہی کہ صحیح الاسناد کے لئے صحیح ہونا ضروری نہیں

اور محشی نے اس کی مثال دیتے ہوئے اسی اثر عبد اللہ بن عباس کو پیش کیا۔ بعض محدثین نے اس کے کذب اور وضع کا بھی قول کیا۔

صاحب تفسیر روح البیان لکھتے ہیں۔

قال السخاوی فی المقاصد الحسنہ حدیث الارضون سبع هو مجهول ان صح نقله عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما علی انه اخذه عن الاسرائیلیات ای اقاویل بنی اسرائیل کما ذکر فی التورات او اخذه عن علمائهم و مشائخهم کما فی شرح النخبة وذلك وامثاله اذا لم یخبر به ولیصح سنده الی معصوم فهو مردود علی قائله . انتهی کلام المقاصد مع تفسیر الاسرائیلیات ۔ روح البیان جلد ۱۱ ص ۲۲-۲۸

اور ملا علی قاری تحریر کرتے ہیں۔

قال ابن کثیر بعد عزوه لابن جریر وهو مجهول ان صح نقله عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما انه اخذه عن الاسرائیلیات وذلك وامثاله اذ لم یصح سنده الی معصوم فهو مردود علی قائله ۔ موضوعات کبیر ص ۱۹ اور علامہ آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی فرماتے ہیں۔

وذکر ابو حیان فی البحر عن الحبر وقال هذا حدیث لا شك فی وضعه وهو عن روایة الواقدی الکذاب (روح المعانی ص ۳۵ - ۲۸)

اگر علامہ حافظ ابن کثیر کی نقل پر آپ کو بہت ناز ہے تو لیجئے اس کی حقیقت خود علامہ ابن کثیر کی تحریر سے ان کی کتاب "البدایہ والنہایہ" میں ملاحظہ فرمایئے۔ علامہ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں فرماتے ہیں۔

وهكذا الاثر المروی عن ابن عباس انه قال فی کل ارض من الخلق مثل ما فی هذه حتی آدم کآدمکم وابراهیم

کا برا ھیمکم فھذا ذکرہٗ ابن جریر مختصرا و استقصاہ
البیھقی فی الاسماء و الصفات وھو مجھول ان صح نقلہ عنہ
علی انہ اخذہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما من
الاسرائیلیات واللہ اعلم (البدایہ و النھایہ ص ۲۱ ج اول)

علامہ سخاوی کے حق میں بدگوئی

علامہ سخاوی کو آپ نے معاذ اللہ برا بھلا کہا ہے محض اس لئے کہ انہوں نے نانوتوی صاحب کی بیخ کنی کی ہے، مگر ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ اس بیخ کنی میں امام سخاوی تنہا نہیں۔ صاحب روح البیان، صاحب روح المعانی، امام ابو حیان، حافظ ابن کثیر سب شامل ہیں۔ پھر ان سب کے حق میں وہی الفاظ استعمال کیجے جو امام سخاوی کے حق میں استعمال کئے ہیں؛ امام بیہقی کی تصحیح کو تحذیر الناس کے پرستاران نے اصل بنیاد قرار دیا ہے۔ لیکن آپ نے البدایہ والنہایہ میں علامہ ابن کثیر کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائی جسمیں انہوں نے واستقصاہ البیھقی فی الاسماء والصفات فرمانے کے باوجود فرمایا۔ وھو مجھول اور بر تقدیر صحت ان صح نقلہ عنہ علی انہ اخذہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما عن الاسرائیلیات واللہ اعلم البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۱ جلد اول۔

علامہ ابن کثیر کی اس تصریح کے بعد بیہقی کی تصحیح کی بنیاد بھی منہدم ہو گئی۔ واللہ الحمد؛ اور ساتھ ہی صاحب تحذیر کا یہ دعویٰ بھی باطل ہو گیا کہ اثر ابن عباس حکماً مرفوع ہے اس لیئے کہ وہ ایسی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنے بغیر اپنی عقل سے نہیں کہہ سکتے یہ ٹھیک ہے کہ بغیر سُنے ایسی بات عقل سے نہیں کہی جا سکتی۔ لیکن یہ سننا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے علماء سے سننا پایہ ثبوت تک پہنچ گیا جیسا کہ روح البیان، علامہ سخاوی، ملا علی قاری، صاحب تفسیر، روح المعانی، امام ابو حیان اور ابن کثیر کے حوالہ جات ہم نقل کر چکے ہیں۔ بر تقدیر صحت نقل حضرت عبداللہ ابن عباس

رضی اللہ عنہما نے یہ اثر اسرائیلیات سے لیکر اس کی تائید و توثیق نہیں فرمائی نہ اس کو کسی اسلامی عقیدے کی بنیاد قرار دیا، ہم پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ قیامت تک کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہو۔ نہ کوئی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ علماء بنی اسرائیل سے یہ روایت سنکر انہوں نے اس کی تائید و توثیق فرمائی ہو۔ یہ دونوں باتیں ایسی ہیں جن کا جواب انشاء اللہ قیامت تک نہیں ہو سکتا۔ ایسی صورت میں صاحب تحذیر یا کسی اور کا یہ دعویٰ کر دینا کہ اثر حکماً مرفوع ہے۔ قطعاً باطل اور عبارات مذکورہ کی روشنی میں دروغ بے فروغ ہے

تحذیر الناس میں اثر ابن عباس کی تاویل باطل محض ہے

اگر بالفرض محال ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ واقعی اس روایت کا حکماً مرفوع ہونا ثابت ہے تو اس کی یہ تاویل کہ چھ خاتم چھ زمینوں میں پائے جاتے ہیں باطل محض ہے اس کی صحیح تاویل وہی ہے جسے ہم فیض الباری سے التبشیر میں نقل کر چکے ہیں۔ دیکھیے فیض الباری میں انور شاہ صاحب کشمیری اس اثر عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تحت فرماتے ہیں

وقد ثبت عند الشرع وجودات الشیئ قبل وجوده فی هذا العالم وحینئذٍ یمکن لك ان تلتزم کون الشیئ الواحد فی عوالم مختلفة بدون محذور۔ فیض الباری جلد ۳ ص ۳۳۴

یعنی شرع سے ثابت ہے کہ اس عالم میں آنے سے پہلے عوالم مختلفہ میں ایک شئی کے متعدد وجود ہیں جو ان عوالم مختلفہ میں پائے جاتے ہیں ایسی صورت میں ممکن ہے کہ ایک ہی نبی کو مختلف جہانوں میں بغیر کسی محذور کے تسلیم کر لیا جائے۔

بر تقدیر تسلیم اثر مذکور کی صحیح تاویل

یعنی بر تقدیر تسلیم اثر مذکور کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ تمہارے آدم و موسیٰ اور عیسیٰ اور ابراہیم

اور محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی ان کے آدم و موسیٰ و عیسیٰ و ابراہیم و محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی ان کے آدم و موسیٰ و عیسیٰ و ابراہیم و محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اس صورت میں کاف تشبیہ زائدہ ہو گا جیسے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ میں بعض نحاۃ نے کاف کو زائدہ قرار دیا ہے۔

جزئی حقیقی کا تعدد اس مقام پر یہ شبہ کہ جزئی حقیقی کا تعدد محال ہے درست نہیں۔ کیونکہ یہ تعدد نہیں بلکہ قید مکان سے آزاد ہونا ہے جو ممکن اور تحت قدرت ہے اسے محال کہنا ہرگز درست نہیں۔

آیت کریمہ اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت الآیۃ کا ظاہری مفہوم علاوہ ازیں آیۃ کریمہ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ۔ کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے اور ان کی مثل سات زمین پیدا کیں ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کا امر نازل ہوتا ہے۔

اثر عبداللہ بن عباس کو اس آیت کریمہ کی تفسیر قرار دینا غلط ہے اثر عبداللہ ابن عباس (جسکی صحت میں محدثین کا اختلاف ہے) کو اس آیۃ مبارکہ کی تفسیر قرار دینا خود حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کی روشنی میں باطل محض ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے ایک شخص نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے قول (سبع سمٰوٰت وّمن الارض مثلھن) کی تفسیر دریافت کی تو حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا "مایؤمنک ان اخبرتک بھا فتکفر" تفسیر ابن کثیر جلد رابع ص ۳۸۵ "یعنی اگر میں تجھے اس آیۃ کے معنی بتادوں تو مجھے خوف ہے کہ تو اس آیۃ کا انکار کر کے کافر ہو جائے"

اس صفحہ پر علامہ ابن کثیر نے مجاہد کی ایک روایت نقل کی کہ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا لو حدثتکم بتفسیرھا لکفرتم وکفرکم تکذیبکم بھا۔ انتھی

یعنی اگر میں اس آیۃ (ومن الارض مثلھن الآیۃ) کی تفسیر تمہیں بتاؤں تو تم ضرور کفر کروگے اور وہ کفر یہ ہوگا کہ تم اس آیۃ کی تکذیب کروگے"۔

ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر ہی نہیں کی ورنہ لازم آئے گا کہ انہوں نے لوگوں کو کفر کرنے اور اس آیت کی تکذیب کی دعوت دی۔ العیاذ باللہ۔

اگر کہا جائے کہ اثر مذکور کو روایت کرتے ہوئے راوی کہتا ہے کہ "عن ابن عباس فی ہذہ الآیۃ" تو یاد رکھیئے کہ یہ قول راوی کا ہے اس نے اپنی فہم کے مطابق فی ہذہ الآیۃ کہہ دیا۔ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ہرگز نہیں کہا کہ یہ میرا کلام [جسے ہم اثر عبداللہ ابن عباس سے تعبیر کرتے ہیں] آیۃ کریمہ وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ۔ کی تفسیر ہے کیوں کہ وہ بار بار فرما چکے کہ اگر میں آیۃ کی تفسیر تمہارے لئے بیان کروں تو تم اس آیۃ کی تکذیب کرکے کافر ہو جاؤگے۔ پھر کیونکر ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے اس اثر میں آیۃ مذکورہ کی تفسیر بیان کرکے مسلمانوں کے لئے کفر کرنے کا موقع فراہم کریں۔

تفسیر آیۃ میں خوفِ کفر کی وجہ

رہا یہ امر کہ اس آیۃ کی تفسیر سن کر لوگوں کے کفر اور آیۃ کی تکذیب کے خوف کی وجہ کیا ہے؟ تو اس کی وضاحت علامہ سید محمود آلوسی نے اسی آیۃ کے تحت تفسیر روح المعانی میں کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

وقد یلتزم الابقاء علی الظاھر وتفویض الامر الی قدرۃ اللہ تعالٰی التی لا یتعاصاھا شیٔ رعایۃ لاذھان العوام المقیدین بالظواھر الذین یعدون الخروج عنھا لا سیما الی ما یوافق الحکمۃ الجدیدۃ ضلالا محضا وکفرا صرفا ورحم اللہ امرأ جب الغیبۃ عن نفسہ وقد اخرج عبد بن حمید وابن الضریس وابن حمید من طریق مجاھد عن ابن عباس فی ھٰذہ الآیۃ قال لو حدثتکم

بتفسیرھا لکفرتم بتکذیبکم بھا اھ بلفظہ (روح المعانی پ ۲۸ ص ۱۲۸)

علامہ آلوسی کے بیان سے واضح ہو گیا کہ اس آیت کے معانی میں قدرت الٰہیہ کے ایسے اسرار دقیقہ تھے جن تک لوگوں کے ذہن کی رسائی نہ تھی کیوں کہ جو لوگ ظواہر سے مانوس ہیں اگر ان کے سامنے ایسے اسرار دقیقہ بیان کر دیئے جائیں جو اُن کی سمجھ سے بالاتر ہوں تو ہو سکتا ہے کہ لوگ اسے ضلالت اور کفر سمجھ کر اس کا انکار کر دیں اور اس طرح خود قرآن کی تکذیب کی وجہ سے کفر میں مبتلا ہو جائیں اسی لئے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر میں تمہارے سامنے اس آیۃ کی تفسیر کروں تو تم آیۃ کی تکذیب کر کے کفر میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

صاحب روح المعانی جناب نانوتوی صاحب کے ہمنوا نہیں

صاحب روح المعانی کے متعلق آپ کو مغالطہ ہوا ہے آپ نے علامہ آلوسی کو نانوتوی صاحب کا ہمنوا سمجھ لیا ہے۔ علامہ آلوسی کا یہ کہنا کہ لا مانع عقلا و لا شرعا من صحتہ نانوتوی صاحب کے رد بلیغ پر مبنی ہے علامہ موصوف روح المعانی میں اثر مذکور کے بارے میں فرماتے ہیں۔

واقول لا مانع عقلا و لا شرعا من صحتہ والمراد ان فی کل ارض خلقا یرجعون الی اصل واحد رجوع بنی آدم فی ارضنا الی آدم علیہ السلام وفیہ افراد ممتازون علی سائرھم کنوح وابراھیم وغیرھما" (روح المعانی پ ۲۸ ص ۱۲۵)

دیکھئے علامہ موصوف بقیہ چھ زمینوں میں نانوتوی صاحب کی طرح انبیاء کا وجود تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ ممتاز افراد کا وجود مانتے ہیں جو نبوۃ میں نہیں بلکہ ممتاز ہونے میں نوح و ابراہیم وغیرہما (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی مانند ہیں۔ نانوتوی صاحب تحذیر الناس میں علامہ آلوسی کی اس تاویل کا انکار کر چکے ہیں اس کے باوجود آپ کا یہ سمجھنا کہ صاحب روح المعانی بھی نانوتوی صاحب کے ہمنوا ہیں قطعاً باطل و مردود ہے علامہ ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر میں اثر مذکور نقل کیا ہے۔

اس کی تائید نہیں کی بلکہ البدایہ والنہایہ میں بر تقدیر صحت اسے از قبیل اسرائیلیات قرار دیا جیسا کہ ہم اس سے قبل حوالہ دے چکے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کس منہ سے آپ ان حضرات کو نانوتوی صاحب کا مؤید کہہ رہے ہیں اس کے بعد آپ کی یہ غلط فہمی بھی دور کردوں کہ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ میں وحی نبوۃ مراد نہیں بلکہ امور تکوینیہ سے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکام اور قضاء و قدر کا جاری ہونا مراد ہے۔ دیکھئے علامہ آلوسی فرماتے ہیں

(یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ) اے۔ یجری امر اللہ تعالیٰ وقضاءہ وقدرہ عزوجل بینھن وینفذ ملکہ فیھن۔ (روح المعانی پ ۲۸ ص ۱۲۸)

اب نانوتوی صاحب کی طرف آیئے اور دیکھئے کہ انہوں نے اسی اثر عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تاویل کرتے ہوئے "تحذیر الناس" میں کیا گل فشانی فرمائی ہے جس پر اعلیٰ حضرت نے مؤخذات فرمائے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حسام الحرمین میں تحذیر کے جن تین جملوں پر مواخذہ فرمایا ہے۔ ہم ان تینوں جملوں کو ترتیب وار سیاق وسباق کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

تحذیر کا پہلا جملہ مع سیاق وسباق

۱۔ بعد حمد وصلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنیٰ خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہیں ہوگی کہ اس پر ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے۔

آخر اس وصف میں اور قد وقامت وشکل ورنگ وحسب ونسب وسکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوۃ یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔ اھ تحذیرالناس ص ۲،۳۔

صاحب تحذیر نے اس عبارت میں عوام کا تقابل اہل فہم سے کیا ہے معلوم ہوا کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنیٰ آخری نبی سمجھنے والے عوام اہل فہم نہیں۔ اب دیکھئے کہ :

خاتم النبیین کے معنیٰ آخری نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں

خاتم النبیین کے معنیٰ آخری نبی

خود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم فرمائے۔ دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے وہی معنیٰ بیان فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تعلیم فرمائے۔ دنیا میں کوئی شخص ہے جو یہ بات ثابت کر دے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کے معنیٰ آخرالنبیین کے علاوہ بیان فرمائے ہوں بلکہ اس کے بغیر اس مضمون کی تمام احادیث میں خاتم النبیین کے معنیٰ آخرالنبیین ہی وارد ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: انا خاتم النبیین لا نبی بعدی میں خاتم النبیین ہوں۔ یعنی آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

تمام صحابہ اور سلف صالحین نے خاتم النبیین کے معنیٰ آخری نبی سمجھے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی معنیٰ اصحابہ کرام کو تعلیم فرمائے اور صحابہ نے تابعین کرام کو علیٰ ہذالقیاس تمام محدثین، مفسرین، آئمہ مجتہدین کل علماء راسخین نے خاتم النبیین کے معنیٰ صرف آخرالنبیین سمجھے اور اسی پر ایمان لے آئے اگر کوئی شخص یہ ثابت کر دے کہ صحابہ یا تابعین یا آئمہ مجتہدین میں سے کسی نے خاتم النبیین کے معنیٰ آخرالنبیین کے علاوہ بیان کئے ہیں تو ہم اپنی غلطی تسلیم کر کے صاحب تحذیر کی بات صحیح مان لیں گے لیکن کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوا کہ خاتم النبیین کے معنیٰ صرف آخرالنبیین ہیں۔

اور قرآن کے یہ معنیٰ متواتر ہیں قرآن مجید کے معنیٰ متواتر کو عوام اور کم فہم لوگوں کا خیال قرار دینا قرآنِ مجید کے معنیٰ متواتر کا انکار ہے اور جو حکم الفاظ قرآن کے منکر کا ہے وہی حکم قرآن پاک کے معنیٰ متواتر کے منکر کا ہے۔ صاحبِ تحذیر نے اس عبارت منقولہ بالا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر تمام صحابہ تابعین اور آئمہ مجتہدین بلکہ کل امت محمدیہ کو معاذ اللہ عوام اور کم فہم قرار دے دیا۔ کیوں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک ساری امت کا عقیدہ یہی ہے کہ خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین ہیں۔ یاد رکھیے بناء خاتمیت صرف صرف ختم زمانی پر ہے اور آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں خاتم کے معنیٰ صرف " آخری نبی " ہیں لفظ خاتم النبیین کے ظاہری معنیٰ آخر النبیین کے سوا کچھ نہیں۔ ساری امت کا اس پر اجماع ہے کہ آیت مبارکہ میں صرف ختم زمانی مراد ہے اس میں کسی قسم کی تاویل اجماع امت کے قطعاً خلاف ہے۔ دیکھیے، آپ کے مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی شفار قاضی عیاض کی عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

قرآنِ کریم کے لفظ خاتم النبیین کے معنیٰ صرف آخر النبیین قطعی اجماعی ہیں

لانہ اخبر انہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و لا نبی بعدہٗ واخبر عن اللہ تعالیٰ انہ خاتم النبیین و اجمعت الامۃ علی حمل ھذا الکلام علیٰ ظاھرہٖ و ان مفھومہ المرادبہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفر ھٰؤلاء الطوائف کلھا قطعا اجماعا وسمعا (شفار قاضی عیاض ص ۳۶۲ مطبوعہ ھند)

ترجمہ ، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر دی ہے کہ آپ انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور اسی پر امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام

بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے مراد ہیں پس ان لوگوں کے کفر میں کوئی شبہ نہیں ہے جو اس کا انکار کریں اور یہ قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے (ختم النبوۃ فی الآثار ص؟)
اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنیٰ پر محمول ہے "

اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر کسی تاویل و تخصیص کے مراد ہے" قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون پر اجماع امت نقل کیا ہے کہ آیۃ کریمہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کے معنیٰ آخر النبیین بالکل اپنے ظاہری معنیٰ پر محمول ہے اور لفظ خاتم کے ظاہری معنیٰ فقط آخر کے ہیں اور وہی بغیر کسی تاویل کے مراد ہیں ثابت ہوا کہ خاتم النبیین کے معنیٰ آخر النبیین پر امت کا اجماع ہے اور یہاں وہی معنیٰ بلا تاویل و تخصیص مراد ہیں اب غور فرمائیے کہ جس معنیٰ پر اجماع امت ہو اسے عوام کا خیال قرار دینا کتنی بڑی جرأت ہے یہاں لفظ وہی کلمہ حصر کا ہے حصر میں ماسوائے مذکور کی نفی ہوتی ہے لہذا خاتم النبیین کے معنیٰ آخری نبی ہوئے اس کے علاوہ یہاں خاتم مرتبی وغیرہ کی قطعاً نفی ہو گئی اس مقام پر بعض پرستارانِ تحذیر کا یہ کہنا کہ قاضی عیاض کے کلام میں یہ حصر اضافی ہے اور بالنسبۃ الی تاویل الملاحدہ کلمہ حصر بولا گیا ہے قطعاً غلط اور ناقابل قبول ہے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اس کلمہ حصر کو اجماع امت کے ضمن میں نقل کر رہے ہیں خود اُن کے کلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے آیۃ کریمہ " وخاتم النبیین" کے جو معنیٰ اجماع اُمت سے نقل کئے ہیں کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنیٰ پر محمول ہے اجماعِ اُمت کے اس قطعی معنیٰ کے بعد حصر اضافی کی بنیاد ہی باقی نہیں رہتی۔ وللہ الحمد

عبارت منقولہ بالا میں نانوتوی صاحب نے فرمایا۔

مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

نانوتوی صاحب کے نزدیک قرآن کے لفظ خاتم کو تاخر زمانی پر محمول کرنا غلط ہے

دراصل نانوتوی صاحب آیۂ کریمہ میں "وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" میں لفظ خاتم کو تاخر زمانی پر محمول کرنا غلط قرار دے رہے ہیں اس کی ایک دلیل یہ بیان فرمائی کہ تقدم یا تاخر زمانی میں چونکہ بالذات کچھ فضیلت نہیں اس لئے مقام مدح میں اس کا بیان فرمانا صحیح نہیں ہو سکتا میں عرض کروں گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کسی فضیلت کا نہ ہونا کیا اس بات کو مستلزم ہے کہ مقام مدح میں اس کا بیان کرنا صحیح نہ ہو۔

بے شمار حدیثوں میں تقدم و تاخر زمانی مقام مدح اور فضیلت میں وارد ہے مثلاً انا اول ھم خلقا و آخرھم بعثا ایک حدیث میں وارد ہے۔ انا اول شافع و انا اول مُشفّع۔ ایک حدیث میں ہے انا اول من یقرع باب الجنۃ یہ تمام احادیث مقام مدح میں وارد ہیں حالانکہ یہاں بھی تقدم یا تاخر میں بالذات فضیلت نہیں۔ بلکہ بالنسبۃ الی مضاف الیہم فضیلت ہے۔ اسی طرح خاتم النبیین میں بھی بالنسبۃ الی مضاف الیہم فضیلت موجود ہے جس کی بنا پر خاتم النبیین کا ذکر مقام مدح میں بالکل صحیح ہے۔ ہاں جو وصف ایسا ہو کہ اس میں نہ بالذات فضیلت ہو نہ بالنسبۃ الی مضاف الیہ اور وہ وصف اصلاً فضیلت سے خالی ہو تو بیشک اسے مقام مدح میں بیان کرنا صحیح نہ ہوگا جب نانوتوی صاحب کے نزدیک مقام مدح میں خاتم النبیین کا بیان صحیح نہیں تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک اس وصف میں اصلاً کسی قسم کی فضیلت نہیں۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے "حسام الحرمین" میں نانوتوی صاحب کی اس عبارت کا صحیح خلاصہ بیان فرما دیا کہ نانوتوی صاحب

کے نزدیک ختم زمانی میں اصلاً کوئی فضیلت نہیں تحذیر الناس کی اس عبارت میں اس مقام پر بالذات کا لفظ قطعاً بے معنیٰ اور مہمل ہے کیونکہ مقام مدح میں کسی وصف کو بیان کرنے کے لئے اس میں فضیلت بالذات کا ہونا ہرگز شرط نہیں قرآن وحدیث میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوۃ ورسالت کا بیان ان کی مدح میں وارد ہوا ہے حالانکہ نانوتوی صاحب کے نزدیک ان میں سے کسی کی نبوت ورسالت بھی بالذات نہیں۔

عبارت "تحذیر" میں لفظ "بالذات" خود نانوتوی صاحب کے نزدیک بھی بے معنیٰ ہے	ہم بارہا بتا چکے کہ مقام مدح میں بیان کرنے کے لئے کسی وصف میں بالذات فضیلت" ہونا ضروری نہیں۔

اس لئے لفظ بالذات اس عبارت میں مہمل ہے نانوتوی صاحب نے اس عبارت "میں کچھ فضیلت نہیں" کہہ کر اصلاً فضیلت کا انکار کر دیا۔ ورنہ لفظ "کچھ" نہ لکھتے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ بالذات کو اس کے مہمل ہونے کی وجہ سے ترجمہ میں چھوڑ دیا۔ اور لفظ "کچھ کا مفہوم" "اصلاً" کہہ کر بیان فرما دیا۔ اب سوچیئے کہ اعلیٰ حضرت نے یہاں کونسی خیانت کی، خود نانوتوی صاحب کے نزدیک بھی یہاں لفظ بالذات "بے معنیٰ تھا۔ اسی لئے انہوں نے تحذیر الناس کی اس عبارت کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے "لفظ بالذات" کو چھوڑ دیا ہے۔

دیکھیے مکتوبات قاسم المعروف قاسم العلوم معہ اردو ترجمہ انوار النجوم ص ۵۵ طبع لاہور

(مکتوب اول بنام مولوی محمد فاضل)

"معنیٰ خاتم النبیین در نظر ظاہر پرستاں ہمیں باشد کہ زمانہ نبوی آخر است از زمانہ گذشتہ و بازنبی دیگر نخواہد آمد مگر میدانی کہ ایں سخنیست

کہ مدحی است دراں نہ ذمی اھ قاسم العلوم ص ۵۵)"

ترجمہ: خاتم النبیین کا معنیٰ سطحی نظر والوں کے نزدیک تو یہی ہیں کہ زمانہ نبوی

صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ انبیاء کے زمانے سے آخر کار ہے اور اب
کوئی نبی نہیں آئے گا مگر آپ جانتے ہیں کہ یہ ایک ایسی بات ہے
کہ جسمیں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ تو کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی
برائی اھ انوار النجوم ترجمہ قاسم العلوم صـ ۵۵ "

اس عبارت میں نانوتوی صاحب نے فضیلت بالذات کا ذکر نہیں کیا صرف اتنا کہہ کر کلام ختم کر دیا کہ " مدحی است دراں نہ ذمی " معلوم ہوا کہ لفظ بالذات کا مہمل ہونا نانوتوی صاحب کو بھی مسلّم ہے اگر اسی کا نام خیانت ہے تو نانوتوی صاحب نے بھی تحذیر کی عبارت کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے خیانت کا ارتکاب کیا۔ فما جوابکم فھو جوابنا "

اس بیان سے ثابت ہوا کہ اعلحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی خیانت نہیں کی

اعلحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نانوتوی صاحب کے کلام کا خلاصہ بیان فرمانے میں قطعاً کسی خیانت سے کام نہیں لیا۔ بلکہ نانوتوی صاحب نے دین میں خیانت کی مقام مدح میں کسی وصف کے ذکر کئے جانے کو اس میں " بالذات فضیلت " کی قید لگا دی اور یہ نہ سمجھا کہ بکثرت نصوص شرعیہ آیات و احادیث میں ایسے اوصاف کو مدح میں بیان فرمایا گیا ہے۔ جن میں بالذات فضیلت نہیں بلکہ بالنسبۃ الی مضاف الیہ فضیلت ہے۔ جیسا کہ ہم ابھی قرآن و احادیث کے حوالوں سے ثابت کر چکے ہیں۔ معلوم نہیں کہ کس موڈ میں نانوتوی صاحب نے بالذات کی قید لگائی تھی۔ جسے بعد میں مہمل سمجھ کر مکتوب کی عبارت میں خود ہی اڑا دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ لفظ خاتم النبیین مرکب اضافی ہے اور لفظ خاتم بمعنٰی آخر ہے۔ کیوں کہ وہ النبیین کی طرف مضاف ہے۔ اسمیں اضافت کی وجہ سے فضیلت اور اس کا مقام مدح میں بیان فرمانا بالکل صحیح ہے علاوہ ازیں نانوتوی صاحب نے اتنا بھی نہ سمجھا کہ تکمیل دین کا تعلق تاخر زمانی سے ہے اور تکمیل دین فضیلت عظمٰی ہے۔ اس لئے

تاخرِ زمانی یقیناً فضیلت کا وصف ہے اور اس فضیلت کی وجہ سے مقام مدح میں اسی کا ذکر یقیناً صحیح اور درست ہے۔ رہا مستدرک منہ اور استدراک کا مسئلہ تو الحمد للہ "التبشیر" صفحہ میں نہایت تفصیل کے ساتھ ہم اس بحث میں نانوتوی صاحب کی غلط تاویلات کا رد کر چکے ہیں۔ جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

تحذیر کی عبارت منقولہ بالا میں نانوتوی صاحب کا یہ کہنا کہ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخرِ زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔

یعنی آیہ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں تاخرِ زمانی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونیکے معنیٰ) اسی وقت صحیح ہو سکتے ہیں جب کہ خاتم النبیین کو وصف مدح نہ کہا جائے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیا جائے۔

اس کے ساتھ ہی نانوتوی صاحب فرماتے ہیں کہ

"مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے۔ آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ، حسب و نسب اور سکونت وغیرہ اوصاف جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے؟ جو اس کو ذکر نہ کیا۔ اھ۔

میں عرض کرونگا کہ نانوتوی صاحب نے اس عبارت میں صاف اقرار کر لیا کہ جس طرح اوصاف کو فضائل میں دخل نہیں اسی طرح تاخرِ زمانی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے وصف کو بھی ثبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیوں کہ تاخرِ زمانی کے وصف اور اوصاف مذکورہ میں کوئی فرق نہیں ہے ہم ابھی قرآن وحدیث سے ثابت کر چکے ہیں کہ تاخرِ زمانی میں بالنسبۃ الی المضاف یقیناً فضیلت ہے اس لئے مقام مدح میں خاتم النبیین فرمایا گیا۔

نانوتوی صاحب کی ایک اور شدید غلطی | نانوتوی صاحب نے اسی عبارت

صفحہ التبشیر مکتبہ فریدیہ سے طلب کریں

منقولہ بالا میں ایک اور شدید غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔

وہ یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قد و قامت، شکل و رنگ و حسب و نسب اور سکونت وغیرہ کو بھی فضائل سے خارج کر دیا حالانکہ محدثین کرام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسب کے اعتبار سے ان تمام اوصافِ مقدسہ کو فضائل میں شامل کیا ہے۔

محدثین کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تمام اوصافِ جمیلہ مذکورہ کو ابواب المناقب میں ذکر فرمایا۔ ملاحظہ فرمایئے۔ بخاری شریف و مسلم شریف، جامع ترمذی، مشکوٰۃ شریف ص۵۱۳ ج۲، شفا قاضی عیاض، مواہب الدنیہ و زرقانی وغیرہ۔

یہ بات کس قدر بدیہی اور ظاہر و باہر ہے کہ یہ تمام اوصاف مذکورہ مقدسہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محاسنِ جمیلہ فضائل و محامد ہیں وہ کونسا مسلمان ہے جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اوصاف مبارکہ کو حضور کے فضائل میں تسلیم نہ کرے خصوصاً حسب و نسب کا فضائل میں ہونا تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے ثابت ہے۔ ملاحظہ فرمایئے احادیث جامع ترمذی وغیرہ۔

تعجب ہے کہ نانوتوی صاحب جو تحذیر الناس میں فضیلت نبوی کو دوبالا ثابت کرنے کے مدعی ہیں ان اوصاف مقدسہ کو فضائل نبوی سے خارج قرار دے رہے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال حسن و جمال پر دال ہیں۔ ان سب اوصاف سے تو خود ذات مقدسہ نبویہ متصف ہے امت مسلمہ کا مسلک تو یہ ہے کہ لباسِ بشریت اور نعلین مقدسین میں بھی ایسی فضیلت پائی جاتی ہے کہ مسلمان ہر قیمت پر ان کی زیارت اور ان سے برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے دل میں آرزو اور تمنا رکھتا ہے اسی صفحہ پہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی کی نفی پہ کلام کرتے ہوئے نانوتوی صاحب ارقام فرماتے ہیں۔

سدباب اتباع مدعیان نبوت

"باقی یہ احتمال کہ دین آخری دین تھا اس لیئے سدباب اتباع مدعیانِ نبوت کیا ہے

جو کل جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ نہ کریں البتہ فی حد ذاتہ' قابل لحاظ ہے جملہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں اگر سدباب مذکورہ منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں موقع تھے۔ بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سدباب مذکورہ خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔ اھ بلفظہ "تحذیر الناس ص ۳" جواباً عرض ہے کہ آیۃ کریمہ میں ہر دو جملوں کی مناسبت کی بناء پر صحت عطف اور استدراک پر نہایت تفصیل کے ساتھ ہم "التبشیر" میں کلام کر چکے ہیں۔ اور نانوتوی صاحب کی غلطی کا ازالہ عبارات مفسرین کی روشنی میں بہت اچھی طرح کر دیا گیا ہے جسے شوق ہو وہ "التبشیر" کا یہ مقام غور سے پڑھ لے۔ انشاء اللہ اس پر واضح ہو جائے گا کہ نانوتوی صاحب نے ختم زمانی کی نفی میں اس مقام پر جو رکیک شبہات پیدا کئے ہیں اور خدا کے کلام معجز نظام میں معاذ اللہ بے ربطی اور بے ارتباطی کا الزام لگایا ہے۔ اجلہ مفسرین کے ارشادات و عبارات کی روشنی میں قطعاً باطل ہے سردست ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ نانوتوی صاحب نے آیۃ مبارکہ و خاتم النبیین میں تاخر زمانی کی نفی کر کے بنائے خاتمیت اور بات کو ٹھہرایا ہے۔ جس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ

موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے

موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے جس سے تاخر زمانی اور جھوٹے مدعیان نبوۃ کا سدباب خود بخود لازم آجاتا ہے۔ اھ بلفظہ:

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم موصوف بوصف نبوۃ بالذات ہیں اور حضور کے

علاوہ تمام انبیاء موصوف بالعرض ہیں اگر حضورؐ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو وہ موصوف بالعرض ہوگا اور موصوف بالعرض کا قصّہ موصوف بالذات پر تمام ہوجاتا ہے اس لئے حضور کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ لہذا حضور کے لئے تاخر زمانی لازم ہوا

پرستاران تحذیر نانوتوی صاحب کی اس عبارت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جھوٹے مدعیانِ نبوۃ کے سدِ باب اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے تاخر زمانی کو نانوتوی صاحب کا عقیدہ ثابت کرنے کے لئے بڑے طمطراق کے ساتھ پیش کرتے ہیں

اس عبارت میں نانوتوی صاحب کے عقیدہ تاخر زمانی کا دار و مدار صرف اسی بات پر ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصف نبوۃ کے ساتھ بالذات موصوف ہیں اور باقی جو بھی ہے وہ وصف نبوۃ کے ساتھ بالعرض موصوف ہے، موصوف بالذات پر موصوف بالعرض کا قصّہ تمام ہوجاتا ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا ہے اس طرح جھوٹے مدعیان نبوۃ کی نبوۃ کا سدِ باب بھی ہوگا۔ مگر اسی تحذیر الناس میں نانوتوی صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وصفِ ایمان کے ساتھ بھی موصوف بالذات اور مومنین کو موصوف بالعرض قرار دیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے تحذیر الناس میں ارقام فرماتے ہیں

"اور یہ بات اس بات کو مستلزم ہے کہ وصف ایمانی آپ میں بالذات ہو اور مومنین میں بالعرض" الخ تحذیر الناس ص ۱۲

اس عبارت کا مفاد یہ ہوا کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ کیونکہ موصوف بالذات پر موصوف بالعرض کا قصّہ تمام ہوجاتا ہے اور اگر اس کے باوجود بھی نانوتوی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد مومنوں کا پیدا ہونا تسلیم کرتے ہیں تو لامحالہ انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نبیوں کا پیدا ہونا بھی تسلیم کرنا پڑے گا اب آپ ہی بتائیں کہ نانوتوی کا عقیدہ تاخر زمانی اور جھوٹے مدعیان نبوۃ کے سدِ باب کا قول کہاں گیا ؟

صرف یہی نہیں بلکہ نانوتوی صاحب نے موصوف بالعرض کا قصّہ موصوف

بالذات پر ختم کر کے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کا دروازہ بھی بند کر دیا۔ کیوں کہ وہ بھی موصوف بالعرض ہیں پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ نانوتوی صاحب تحذیر میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنے کا ذکر کس منہ سے کر رہے ہیں اگر کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کا دروازہ اس لئے بند نہیں ہوا کہ وہ باوجود نبی ہونیکے شریعت محمدیہ پر عمل پیرا ہوں گے تو اس قول سے لازم آئے گا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی شریعت محمدیہ پر عمل پیرا ہونے والا نبی آسکتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کی طرح وصف نبوۃ کے ساتھ موصوف بالعرض ہو گا مختصر یہ کہ نانوتوی صاحب نے موصوف بالعرض کے قصہ کو موصوف بالذات پر ختم کر کے امت مسلمہ کے اجماعی عقیدہ کا انکار کیا ہے۔

میرے اس اعتراض کا آپ سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو حدائق بخشش سے آپ نے اعلحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر لکھدیا جن کا اعتراض سے دور کا بھی تعلق نہیں اعلحضرت کے کلام کو سمجھنے کے لئے علم وفہم کی ضرورت ہے آپ ان کے کلام کو کیا سمجھیں گے۔ آیئے ہم آپ کو بتائیں۔

سب سے پہلے تو آپ نے یہ شرمناک خیانتِ مجرمانہ کی کہ اعلیٰحضرت کی رباعی کے صرف آخری دو مصرعے نقل کر دیئے اوّل کے دونوں مصرعے جن کے بغیر مفہوم مکمل نہیں ہوتا شیرِ مادر کی طرح ہضم کر گئے۔

اعلیٰحضرت قدس سرہ نے لفظ عبدالقادر کے محاسن میں متعدد رباعیاں ارقام فرمائی ہیں ایک رباعی کے دو شعروں میں پورے چار مصرعے حسبِ ذیل ہیں۔

بر وحدت اور رابع عبدالقادر ؛ یک شاہد و دو سابع عبدالقادر
انجام وے آغازِ رسالت باشد ؛ اینک گو ہم تابع عبدالقادر

اعلحضرت رحمۃ اللہ علیہ سیدی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسم مبارک "عبدالقادر" کے محاسن بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ شان غوثیت میں سیدی عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی یکتائی پر لفظ عبدالقادر کا چوتھا حرف (جو الف ہے) ایک

شاہد ہے اور دوسرا شاہد اسی لفظ "عبدالقادر" کا ساتواں حرف ہے کہ وہ بھی الف ہے چونکہ حرف الف سے یکتائی کے معنیٰ کی طرف اشارہ ہوتا ہے اس لئے لفظ عبدالقادر کے چوتھے اور ساتویں حرف الف کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سیدی عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ یکتائی پر دو شاہد کے طور پر قرار دیا ہے۔ شہادت کا نصاب بھی دو ہے۔

اس کے بعد اس رباعی کے تیسرے مصرعے میں فرماتے ہیں "انجام وے آغاز رسالت باشد" یعنی لفظ عبدالقادر کا انجام یعنی اس کا آخری حرف "را" ہے اس لفظِ را سے لفظ رسالت کا آغاز ہوتا ہے آخری مصرعے میں فرمایا "اینک گوہم تابع عبدالقادر" یعنی اے پیروی کرنے والے حضور غوث پاک کی (جب تو نے اس رباعی لفظ عبدالقادر کے محاسن کو پالیا تو) اب اگلی رباعی بھی کہو (جس میں مزید محاسن مذکور ہیں) مختصر یہ کہ اس رباعی کے چاروں مصرعوں میں لفظ "عبدالقادر" کے حروف سے سیدی عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاسن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمالاتِ ولایت کے اس بلند مقام پر پہنچے جس کے بعد رسالت کا آغاز ہوتا ہے۔

بتایئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر سے میرے اس اعتراض کا کیا جواب ہوا۔؟

اس مقام پر یہ کہنا کہ "اس عبارت میں نانوتوی صاحب مسئلہ ختم نبوۃ پر کلام نہیں فرمارہے۔ بلکہ لفظ خاتم کے معنیٰ پر کلام فرمارہے ہیں" نیز یہ کہ خاتم نے ختم زمانی مراد لینے کو مولانا نے عوام کا خیال نہیں بتلایا۔ بلکہ ختم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے۔ شدید قسم کا مغالطہ ہے۔ نانوتوی صاحب کی عبارت میں کہیں حصر کا ذکر نہیں، بلکہ وہ بلا حصر ارقام فرماتے ہیں کہ "عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں" الخ۔

ہم نے ابھی اس سے قبل نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے کہ آیۂ کریمہ میں لفظ خاتم صرف آخر کے معنیٰ میں ہے اور اس لفظ کے یہی معنیٰ تواتر سے ثابت ہیں اور اس معنیٰ (آخر) پر اجماعِ امت منعقد ہو چکا ہے۔

ایسی صورت میں نانوتوی صاحب کا اسے عوام کا خیال قرار دینا اجماعِ امت اور قرآن کے معنیٰ متواتر کا انکار نہیں تو اور کیا ہے!

نانوتوی صاحب کا پہلا فقرہ اور اس کی تفصیل آپ کے سامنے ہے اس کے بعد بھی اگر آپ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو خائن قرار دیں گے تو یاد رکھیئے آپ اُخروی مواخذہ سے نہ بچ سکیں گے۔

تحذیر الناس کا دوسرا فقرہ

۲۔ اب تحذیر الناس کا دوسرا جملہ جسے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "حسام الحرمین" میں نقل کیا ہے اس کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ پیش خدمت ہے۔

"غرض اختتام اگر بایں معنیٰ تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔" اھ بلفظہ (تحذیر الناس ص ۱۳)

اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خط کشیدہ عبارت کو چھوڑ کر نقط بلکہ سے عبارت کا آخری حصہ نقل کیا ہے ہم نے پہلی عبارت کو اس لئے شامل کر دیا ہے کہ اعلیٰحضرت پر خیانت اور تحریف کے الزام کی حقیقت واضح ہو جائے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ ختم ذاتی کے لئے جب نانوتوی صاحب ختم زمانی کو لازم مانتے ہیں تو پھر کسی اور نبی کے ہوتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کا خاتم ہونا کس طرح باقی رہ سکتا ہے۔

اس تشریح سے واضح ہو گیا کہ اعلیٰحضرت نے اس فقرہ میں بھی کسی قسم کی تحریف یا خیانت سے کام نہیں لیا اور جو لوگ حضرت ممدوح پر یہ الزام لگاتے ہیں

وہ قیامت کے دن ضرور ماخوذ ہوں گے۔

تحذیر الناس کا تیسرا فقرہ

۳ - اب تحذیر الناس کے اس تیسرے فقرے کی طرف آیئے جسے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "حسام الحرمین" میں نقل فرمایا ہے۔ اس فقرے کو بھی ہم ماسبق کی عبارت کے ساتھ شامل کر کے نقل کرتے ہیں تاکہ حقیقت حال سامنے آجائے۔

"ہاں اگر خاتمیت بمعنیٰ اتصاف ذاتی بوصف نبوۃ لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افرادِ مقصودہ بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدر پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی بلکہ بالغرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

(تحذیر الناس ص ۲۴)

ہم اس دعویٰ کو دلائل کی روشنی میں ثابت کر چکے ہیں کہ آیۃ کریمہ و خاتم النبیین میں لفظ خاتم کے معنیٰ "آخر" منقول متواتر ہیں اور اس آیۃ کریمہ میں اس لفظ خاتم کے معنیٰ "آخر" ہونے پر اجماع امت منعقد ہو چکا ہے اس کے بعد نانوتوی صاحب کا یہ کہنا کہ خاتمیت بمعنیٰ اتصاف ذاتی بوصف نبوۃ ہے تو یقیناً قرآن کے معنیٰ متواتر اور اجماع امت کا انکار ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ نانوتوی صاحب نے ساری امت کے خلاف آیۃ قرآنیہ کے ایک من گھڑت معنیٰ اپنی طرف سے بیان کر کے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے افرادِ خارجی کے علاوہ افرادِ مقدرہ کو بھی تسلیم کیا ہے اور بزعم خویش سب پر حضور کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے یہاں تک کہہ دیا کہ ("بلکہ اگر بالفرض حضور کے زمانہ ...... کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تب بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا") پرستارانِ تحذیر اس کے جواب

میں صرف یہی کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خاتمیت ذاتیہ میں فرق نہیں آیا حالانکہ نانوتوی صاحب نے خاتمیت ذاتیہ کی بجائے لفظ "کچھ" استعمال کیا ہے اور کہا ہے کہ "حضور کے زمانے کے بعد بھی کسی نبی کے پیدا ہونے سے حضور کی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا۔" اھ بلفظہ۔

میں عرض کروں گا کہ اوّل تو نانوتوی صاحب نے اس عبارت میں خاتمیت ذاتیہ کا لفظ نہیں بولا۔ دوسرے یہ کہ اگر اس کو خاتمیت ذاتیہ ہی پر محمول کر دیا جائے تب بھی نانوتوی صاحب الزام سے بری نہیں ہو سکتے کیوں کہ وہ ختم ذاتی کیلئے ختم زمانی کو لازم مانتے ہیں اگر بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو یہ لازم کہاں جائے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقول نانوتوی صاحب خاتم ذاتی ہونے کے باوجود خاتم زمانی کس طرح ہو سکیں گے۔؟ یقیناً ختم زمانی میں فرق آئے گا اور جو الزام اعلیحضرت نے نانوتوی صاحب پر قائم کیا ہے وہ برقرار رہے گا۔

اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ میں خدا کو وحدہٗ لاشریک مانتا ہوں لیکن میرے نزدیک خدا کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ جو چاہے کر سکے یہاں تک کہ اگر وہ ایک اور خدا بھی پیدا کرنا چاہے تو وہ بھی پیدا کر سکے اگرچہ یقیناً کوئی دوسرا خدا پیدا نہیں کرے گا۔ لیکن بالفرض اگر خدا کے لئے کوئی دوسرا خدا پیدا ہو جائے تو خدا کی وحدانیت میں کوئی فرق نہ آئے گا۔

اگر یہ بات صحیح ہے تو نانوتوی صاحب کی عبارت منقولہ بالا بھی صحیح ہو سکتی ہے کیا پرستانِ تحذیر میں سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ صحیح ہے؟ اذ لیس فلیس۔

اس کے بعد ہم آپ کے مکتوب کے بقیہ ہزلیات و مغالطات کی قلعی کھولتے ہیں۔ آپ نے "حسام الحرمین کی طرف منسوب کر کے اپنے مکتوب کے ص۲ پر ایک عبارت نقل کی ہے۔

"والقاسمیة المنسوبة الی قاسم النانوتوی" الخ

اس کے بعد مجھ پر یہ الزام عائد کیا ہے "کہ میں نے اس عبارت کو حذف کر کے

یہ ثابت کر دیا ہے کہ اعلیٰحضرت کا یہ قول کذب محض ہے۔

"قاسمیہ نامی کوئی فرقہ دنیا میں موجود نہیں۔"

اس کا جواب یہ ہے کہ جناب قاسم نانوتوی صاحب کے ماننے والوں کو عبارت منقولہ بالا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ بے شمار پرستارانِ تحذیر اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین و محبین کو فرقہ "رضاخانیہ" سے تعبیر کرتے ہیں۔ حالانکہ رضاخانی نامی کوئی فرقہ دنیا میں موجود نہیں۔"

آپ نے اپنے مکتوب میں اسی صفحہ پر "حسام الحرمین" کے ناشر کی طرف منسوب کر کے لکھا کہ اس ناشر نے

"حضرت محمد قاسم نانوتوی کو قاسم بمعنیٰ تقسیم کنندہ قرار دیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت مختصہ اور اسماء نود و نہ میں سے ایک مخصوص اسم گرامی میں شریک ٹھہرا کر حدیث پاک اِنّما انا قاسم واللہ یعطی الخ کی صریح خلاف ورزی کی ہے جو صریحاً احداث فی الدین ہے اور محدث اعظم ہو کر جناب نے کوئی احتجاج و اعتراض اس پر نہیں کیا بلکہ سکوت کر کے اپنی رضامندی کا ثبوت مہیا کر دیا ہے لہٰذا احداث فی الدین کے ارتکاب یا اس پر رضامندی کی جو سزا اہلسنت کے ہاں مقرر ہے نقل کر کے اپنی ذات اور اپنے ساتھی اور پیشوا و امام پر بھی عائد کر کے حق پرستی کا ثبوت عطا کریں" الخ۔

جواباً عرض ہے کہ فقیر نے "حسام الحرمین" کے ناشر کی کوئی عبارت نہیں دیکھی اس لئے مجھ پر آپ کا الزام لگانا محض بے جا ہے اگر آپ اپنے حضرت محمد قاسم نانوتوی کو قاسم بمعنیٰ تقسیم کنندہ قرار دینا احداث فی الدین سمجھتے ہیں تو اس کے مرتکب جناب کے سب سے بڑے محدث اعظم جناب مولوی محمود الحسن

صاحب شیخ الہند ہیں وہ فرماتے ہیں

اخبرنا الشیخ قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم النانوتوی

اھ (العرف الشذی صفحہ اول)

ذرا آپ آنکھیں کھول کر دیکھئے۔ آپ کے شیخ الہند صاحب نے حضرت محمد قاسم نانوتوی کو قاسم العلوم والخیرات کہہ کر نانوتوی صاحب کو بقول آپ کے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی صفت مختصہ اور اسماء نو دُونہ میں سے ایک مخصوص اسم گرامی میں شریک ٹھہرا کر حدیث پاک انما انا قاسم واللہ یعطی الخ کی صریح خلاف ورزی کی ہے جو صریح احداث فی الدین ہے اور شیخ الہند صاحب کے اس مقولہ کو نقل کرنے والے آپ کے عظیم ترین محدث مولانا انور شاہ صاحب کشمیری ہیں۔ انہوں نے بھی اسے نقل کرنے میں تامل نہیں فرمایا اور نہ کوئی احتجاج کیا نہ اعتراض بلکہ اسے نقل کر کے اپنی رضامندی کا ثبوت مہیا کر دیا ہے لہذا احداث فی الدین کے ارتکاب یا اس پر رضامندی کی جو سزا اہلسنت کے ہاں مقرر ہے نقل کر کے شیخ الہند صاحب کی ذات اور اپنے ساتھی پیشوا وامام جناب انور شاہ صاحب کشمیری پر بھی عائد کر کے حق پرستی کا ثبوت ادا کریں۔

اس کے بعد آپ نے نانوتوی صاحب کے ختم نبوۃ کو تسلیم کرنے کا الزام مجھ پر لگایا ہے حالانکہ میں بارہا عرض کر چکا ہوں کہ جس ختم کے وہ قائل ہیں یعنی ختم ذاتی قرآن مجید کی اس نص قطعی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

ہاں تاخر زمانی کو نانوتوی صاحب نے ختم ذاتی کے لئے لازم مانا ہے لیکن تحذیر الناس کے فقرہ ۳ کی تشریح میں ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ نانوتوی صاحب تاخر زمانی کے لزوم کو مان کر بھی اس کے منکر ہو گئے کیونکہ انہوں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدیہ میں کچھ فرق نہ آئے گا"

اگر نانوتوی صاحب ختم زمانی کے قائل ہوتے تو یوں کہتے ختم ذاتی کیلئے ختم

زمانی لازم ہے۔ اس لئے بعد زمانہ نبوی اگر کوئی نبی پیدا ہو تو حضور کی خاتمیت میں ضرور فرق آئے گا۔

علاوہ ازیں نانوتوی صاحب دس لاکھ مرتبہ یہ کہیں کہ میں خاتمیتِ زمانی کا معتقد ہوں بیکار رہے۔ تاوقتیکہ وہ آیۃ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں لفظ خاتم کے معنیٰ آخری نبی ہونے کو عوام کا خیال قرار دینے سے توبہ نہ کریں۔

رہا یہ امر کہ نانوتوی صاحب نے جدید نبی کا لفظ کہیں نہیں لکھا۔ حالانکہ تحذیرالناس کے ص ۲۴ سے فقرہ ۳ میں "پیدا ہو" کے الفاظ ہم ابھی نقل کر چکے ہیں۔ حیرت ہے پیدا ہونے والا نبی جدید نہ ہو گا تو کیا آپ اسے قدیم کہیں گے؟

ع : بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

آپ کی بقیہ غلط فہمیوں اور ہزلیات کا مفصل جواب اسی مضمون میں سابقاً تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ اعادہ کی حاجت نہیں۔

قبلیت، بعدیت اور معیت تینوں لفظوں میں تقابل بدیہی ہے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کا سہارا لیکر آپ معیت کو بعدیت کے منافی قرار دینا باطل فرما رہے ہیں۔

حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام انبیاء سابقین میں ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں یعنی عہد نبوت محمدیہ میں ان کو نبوت نہیں ملی۔

جو شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں یعنی آپ کے عہد رسالت اور زمانہ نبوت میں کسی قسم کو نبوت دیئے جانیکا قائل ہے وہ امت مسلمہ کے نزدیک کافر ہے۔

دیکھئے آپ کے مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی "شرح شفاء" سے عبارت نقل کرتے ہیں۔

فانہ لا نبی ولا رسول بعدہٗ ولا فی عہدہٖ

بے شک کوئی نبی اور کوئی رسول نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہے اور نہ

آپ کے عہد مبارک میں۔ (ختم النبوۃ فی الآثار ص ۲۸، ص ۱۹)

اسی طرح ص ۲۰ پر آپ کے ان ہی مفتی صاحب نے شرح شفاء سے ایک اور عبارت نقل کی وکذالک نکفر من ادعی نبوۃ احد مع نبینا صلی اللہ علیہ وسلم الخ۔ یعنی اسی طرح ہم اس شخص کو بھی کافر سمجھتے ہیں جس نے کسی کی نبوۃ کا دعویٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں کیا اور صف ۲۴ پر "تحفہ شرح منہاج" سے کلمات کفر نقل کرتے ہوئے ان ہی مفتی شفیع صاحب نے ارقام فرمایا۔

او جوز نبوۃ احد بعد وجودہ صلی اللہ علیہ وسلم وعیسیٰ علیہ السلام نبی قبلہ فلا یرد (از اکفاد ص ۲۲) ھ

ان تمام عبارات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ معیت بعدیت کے منافی ہے یاد رکھیئے کہ مسیلمہ کذاب، اسود عنسی سبکو اسی عقیدہ کی بنیاد پر واجب القتل قرار دیا گیا۔ آپ نے اپنے مضمون کے ص ۵ پر لکھا "لہٰذا جناب کا چھ خاتم کی رٹ لگانا غلط و باطل ہے" چھ خاتم کی رٹ ہم نے نہیں لگائی بلکہ نانوتوی صاحب نے لگائی ہے۔

نانوتوی صاحب نے اسی اثر عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بنیاد پر جس کی صحت میں علماء امت کا اختلاف ہے۔ جسے ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ "تحذیر الناس" میں فرمایا"

ایسے ہی اور زمینوں کے فیوض خواہ ارواح انبیاء ہوں یا ارواح امت اُن کے کمال ہوں یا ان کے سب آپ ہی کی طرف منسوب ہیں" اھ تحذیر الناس ص ۲۹ پھر ص ۳۰ پر لکھتے ہیں :-

ہر زمین میں بس اس زمین کے انبیاء کا خاتم ہے پر ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے خاتم ہیں" اھ

آگے چل کر پھر ص ۳۱ پر رقمطراز ہوتے ہیں۔

"ہر زمین کا خاتم اگرچہ خاتم ہے پر ہمارے خاتم النبیین کا تابع ہے" اھ

(تحذیر الناس ص ۳۱)

اب تو آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ نانوتوی صاحب نے چھ خاتموں کی رٹ لگائی اور ان کا یہ رٹ لگانا غلط و باطل اور ختم نبوۃ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصی وصف ہونے سے انکار کرنا اور احداث فی الدین ہے۔

آپ نے اپنے مضمون کے اسی صفحہ ۵ پر میرے ان لفظوں پہ کہ "ہمارے رسول" اعتراض کرتے ہوئے ۱ کی علامت دے کر حاشیہ پر لکھا ہے ۱ قولہ ہمارے رسول الخ اس قول میں قائل یعنی جناب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو بریلویوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔ جو آیۃ کریمہ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔ الآیۃ وامثال انکے خلاف ہے۔ اھ بلفظہ۔

جواباً عرض ہے کہ ہمارے رسول کا لفظ کہنے سے اگر حضور کی رسالت بریلویوں کے ساتھ خاص ہو گئی ہے تو "تحذیر الناس" میں نانوتوی صاحب نے جو بار بار ص ۳۰ اور ص ۳۱ پر ہمارے رسول مقبول اور ہمارے خاتم النبیین کے الفاظ تحریر کئے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت دیوبندیوں اور قاسمیوں کے ساتھ خاص ہو جائیگی (فما جوابکم فھو جوابنا) اس کے بعد اپنے مضمون کے ص ۶ پر آپ نے پھر اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر کیا ہے جس کے متعلق مفصل بحث گزر چکی ہے اور بحمدہ تعالیٰ فقیر نے روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ اس اثر کی صحت میں محدثین کا اختلاف ہے اور بر تقدیر صحت یہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے جسے نقل کر کے خود عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اُس پر کسی دینی مسئلہ یا عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی۔

آگے چل کر آپ نے غلط مبحث کرتے ہوئے اسی مضمون کے اسی صفحہ ۶ پر لکھا کہ

"اب رہا نیا راستہ نبوت بالذات و بالعرض کی تقسیم تو ایسے کئی راستے خود بریلویوں نے اختیار کئے ہوئے ہیں۔" اھ بلفظہ۔

بریلویوں کے کئی راستے آپ کے نزدیک بدعت اور احداث فی الدین ہیں نبوت بالذات اور بالعرض کی تقسیم کو بھی آپ نے ایسا ہی راستہ قرار دے کر اسے بدعت اور احداث

فی الدین ہونے کو تسلیم کر لیا۔ (و للہ الحمد)

یہ مسئلہ موضوع سے متعلق نہیں اور ان مسائل پر ہم نے تفصیل کے ساتھ دلائل اپنے دوسرے رسائل میں بیان کر دیئے ہیں اور ان اعتراضات واہیہ کے جوابات بھی صرف اس لئے دے دیئے ہیں کہ عوام اہلسنت دھوکے میں نہ آئیں۔ حیرت ہے کہ آپ نے درود وسلام کو بدعت قرار دے کر عرس، میلاد، گیارہویں وغیرہ کو دلائل سے ثابت مانا ہے اور آپ ان کے جواز میں شک نہیں کر سکتے۔ ملاحظہ ہو آپ کا مضمون ص ۱۸ سطر ۱۵۔ آپ نے مضمون لکھتے وقت اتنا بھی نہ سوچا کہ فضائل، اعمال اور عقائد قطعیہ میں جو فرق ہے وہی فرق ان کے دلائل میں بھی ہے۔

عرس، میلاد وغیرہ از قبیل اعمال مستحبہ ہیں اور ختم نبوۃ کا مسئلہ عقائد قطعیہ میں سے ہے اس لئے نبوۃ کی تقسیم بالذات و بالعرض کی طرف قطعی دلائل سے ثابت کرنی چاہیے۔ حالانکہ ایک پر کاہ کے برابر بھی اس دعوے پر آپ کوئی دلیل قائم نہیں کر سکے۔

آپ نے نبوۃ بالذات اور نبوۃ بالعرض کی تقسیم کے دعوے کی دلیل میں
تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۔ الآیۃ اور
آیہ میثاق لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ الآیۃ اور اس کے تحت منقول حدیث
لو کان موسیٰ حیاً الحدیث اور انما انا قاسم الحدیث کو ناسمجھی یا مغالطہ دہی کی بناء پر نقل کر ڈالا ان آیات اور احادیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کا بیان ہے نبوۃ کی تقسیم کا قطعاً کوئی ذکر نہیں قرآن وحدیث کے ایسے معنیٰ بیان کرنا جو آج تک کسی مسلمان نے نہ کئے ہوں۔ تحریف معنوی ہے العیاذ باللہ الکریم۔

آیت کریمہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ کے معنیٰ "نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ" کا فقیر نے ہرگز انکار نہیں کیا نہ اسے عوام کا خیال قرار دیا۔ البتہ اسی آیۃ کریمہ کے تحت مفسرین کی عبارات حوالجات کے ساتھ نقل کیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ تفریق فی النبوۃ کا قول باطل ہے جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا کہ کسی نبی کی نبوۃ کو ایمان لانے

کے قابل سمجھا اس پر ایمان لے آئے اور کسی نبی کی نبوۃ کو ایمان لانے کے لائق نہ سمجھا تو اس کے ساتھ کفر کیا۔

یہی تفریق فی النبوۃ ہے جو لاتفضیل فی النبوۃ کے ہم معنیٰ ہیں کیونکہ نفس نبوۃ تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام میں امر مشترک ہے اس صورت میں ایک کا اقرار اور دوسرے کا انکار نفسِ نبوۃ میں تفصیل کے مترادف ہوگا لہذا نفسِ نبوۃ میں تفضیل اور تفریق میں فرق نہیں۔ بنابریں آپ کا مجھ پر الزام لگانا کہ تو نے آیۃ کریمہ لانفرق بین احد من رسلہ کے معنیٰ متواتر کا انکار کیا محض افترار اور بہتان ہے آپ کی لاعلمی پر حیرت ہے کہ تفضیل فی نفس النبوۃ اور تفضیل فی ذوات الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں فرق نہیں کر سکتے۔ آپ نے جس قدر آیات اور ان کی تشریحات متعلقہ عبارات اپنے مضمون میں لکھی ہیں سب کا مفاد تفصیل فی ذات الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے۔ نفس نبوۃ میں تفضیل کا قول نہ قرآن میں ہے نہ کسی حدیث میں نہ آج تک امت مسلمہ میں کسی عالمِ دین نے یہ قول نقل کیا۔

اگر آپ سچے ہیں تو نفس نبوۃ میں تفضیل ثابت کیجئے۔ انشاءاللہ قیامت تک آپ ثابت نہ کر سکیں گے۔ جن آیات و احادیث کا آپ نے حوالہ دیا ہے ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام کمالات علمی و عملی اور ظاہری و باطنی جسمانی و روحانی دنیوی و اخروی سے متصف ہیں اور کمالات کے آپ جامع ہیں اور آپ کی ذاتِ مقدسہ ساری کائنات کل موجودات حتیٰ کہ جمیع انبیاء و رسل کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل و اعلیٰ اور برتر و بالا ہے۔

آیۃ میثاق میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس فضیلت کو بیان کیا گیا ہے آپ کا یہ سمجھنا کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوۃ بالذات اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوۃ بالعرض ہے قطعاً باطل محض ہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف لانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پر ایمان لانے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین متین کی نصرت کے عہد لینے کی حکمت یہ تھی کہ ہر نبی کی امت اپنے نبی کے تابع ہوتی ہے اور نبی اپنی امت کا متبوع ہوتا ہے جو متبوع کے عہد میں اس کے تابعین شامل ہیں لہٰذا جس نبی کے بھی ماننے والے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں موجود ہوں ان سب پر فرض ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ضرور ضرور ایمان لائیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین متین کی ضرور ضرور نصرت کریں اس معنیٰ کا نبوۃ بالذات اور بالعرض سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ البتہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمالِ فضیلت ضرور اس سے ثابت ہوتی ہے جو ہمارا ایمان ہے۔

اگر آپ یہ کہیں کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر یہ فرض کیا جانا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت بالذات کی دلیل ہے تو میں عرض کروں گا کہ ہمارے آقا نامدار حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بھی تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا فرض ہے بلکہ ہر نبی پر فرض ہے کہ وہ خدا کے ہر نبی پر ایمان لائے اور نبوۃ کو بالذات اور بالعرض کی طرف تقسیم کرنے کی یہی دلیل ہے تو ہر نبی کی نبوۃ بالذات بھی ہوگی اور بالعرض بھی اور یہی قول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوۃ کے بارے میں کرنا پڑے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوْحٍ۔

سورۃ احزاب۔

روح المعانی میں اس کے تحت فرمایا:

وفی روایۃ اخریٰ عن قتادۃ اخذ اللہ میثاقھم بتصدیق بعضھم بعضاً۔ ولاعلان بان محمد الرسول اللہ واعلان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا نبی بعدہ

(روح المعانی پارہ اکیس ص ۱۵۴)

دیکھئے اس عہد میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شامل ہیں یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے اور ان کی تصدیق کرنے کا میثاق لیا گیا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۔

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہر نبی پر ایمان لائے اور کل مومنین کی یہ شان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہر نبی پر ایمان لائے یہود و نصاریٰ کی طرح انہوں نے تفریق نہیں کی کہ کسی نبی پر ایمان لاتے اور کسی پر ایمان نہ لائے۔

ثابت ہوا کہ آیت میثاق سے نبوۃ بالذات اور بالعرض کی تقسیم ہرگز ثابت نہیں ہوتی میں اس تقسیم کو قطعاً باطل سمجھتا ہوں۔ صاحب تحذیر کا رد کرتے ہوئے اگر کہیں میں نے بالذات اور بالعرض کا لفظ کہا ہے تو آپ یہ سمجھے کہ میں نے اسے تسلیم کرلیا ہے آپ کی اس سمجھ پر یہی کہنا پڑتا ہے۔

ع ۔ بریں عقل و دانش بباید گریست

آپ کے سب سے بڑے محدث انور شاہ صاحب کشمیری بالذات اور بالعرض کے متعلق فرماتے ہیں کہ واراده ما بالذات و ما بالعرض عرف فلسفہ است نہ عرف قرآن حکیم و حوار عرب و نہ نظم را ہیچ گونا ایماں و دلالت برآں پس اضافہ استفادہ نبوۃ زیادہ است بر قرآن محض اتباع ہوئی۔

(رسالہ خاتم النبیین تالیف مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری ص ۳)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ما بالذات اور ما بالعرض فلسفے کا عرف ہے قرآن حکیم اور محاورات عرب سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور نہ الفاظ قرآن میں اس کی طرف کوئی اشارہ پایا جاتا ہے قرآن مجید میں اس پر کوئی دلالت

موجود نہیں پس مراد قرآنی پر استفادہ نبوۃ کا اضافہ کرنا قرآن پر زیادتی ہے اور خالصتاً خواہش نفسانی کی اتباع ہے۔

آپ کے کشمیری صاحب نانوتوی صاحب کے سب کارنامے پر پانی پھیر دیا ہے اسی طرح ایک اور مقام پر فرماتے ہیں بالجملہ تعبیر با خاتمیت از کمالات عرف قرآن اصلاً نیست عرف قرآن دریں باب یعنی در مفاضلہ مانند آیۃ۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ و مانند ایں طریق مستقیم است لہ انتہیٰ اخاتم النبیین

کشمیری صاحب نے اس عبارت میں اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ ختم کمالات کو خاتمیت سے تعبیر کرنا عرف قرآن کے قطعاً خلاف ہے قرآن کا عرف اس باب میں یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایک دوسرے سے افضل ہونے میں آیت کریمہ تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض ہے اس عبارت سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ آیت کریمہ تلک الرسل الآیۃ میں تفاضل مراد ہے۔ یعنی بعض انبیاء کی ذوات قدسیہ کا بعض انبیاء سے افضل ہونا مراد ہے۔ نفس نبوۃ میں تفصیل مراد نہیں وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ مراد ہے جن کے درجات کو اللہ تعالےٰ نے سب سے زیادہ بلند فرمایا۔ خلاصہ یہ ہے کہ آیت کریمہ میں خاتم النبیین تو آخر النبیین ہی کے معنیٰ میں ہے اس آیت خاتم النبیین میں خاتم کمالات ہرگز مراد نہیں بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری نبی ہونا مراد ہے۔

البتہ صاحب کمالات اور موصوف بر فیع درجات ہونا قرآن مجید کی دوسری آیتوں سے ثابت ہے جن میں ایک آیت تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ الآیۃ بھی ہے، اور اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جامع کمالات ہونا قرآن کریم و احادیث کی بے شمار نصوص سے ثابت ہے لیکن قرآن حکیم میں لفظ خاتم النبیین سے مراد صرف آخر النبیین ہے لاغیر کیا ضروری ہے کہ ایک ہی لفظ سے شرع کے تمام احکام و مسائل ثابت ہو جائیں اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کے الفاظ سے ادائے صلوٰۃ کے ساتھ ایتاء زکوٰۃ

صوم رمضان، حج بیت اللہ و دیگر احکام و مسائل شرعیہ کو ثابت کرنا کہاں کی عقلمندی ہے اقیموا الصَّلٰوۃ سے صرف نظام صلوٰۃ کا برپا کرنا مراد ہے، بقیہ احکام و مسائل کیلئے دیگر آیات و احادیث نصوص شرعیہ موجود ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ قرآن مجید کے ایک لفظ خاتم سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام کمالات کو ثابت ماننے کے لئے اجماع امت کا خرق اور معنی منقول متواتر کا انکار کرنا صاحب تحذیر نے کیوں ضروری سمجھا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع کمالات ہونے کے لئے انہیں یہی ایک لفظ خاتم نظر آیا ہے جس کے قطعی معنی صرف آخر ہونے کے ہیں وہ بے شمار آیات و احادیث جن سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رحمۃ للعالمین سید المرسلین والآخرین ہونا ثابت ہے نانوتوی صاحب کو نظر نہیں آئیں بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است۔

نانوتوی صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تحذیر میں صاف کہہ دیا ہے کہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا (تحذیر ص ۲۴)

اس عبارت میں نانوتوی صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معدومین کا بھی خادم قرار دیا ہے اس کے متعلق انور شاہ صاحب کشمیری اپنے رسالہ خاتم النبیین میں لکھتے ہیں کہ

> "ہشتم ایں کہ مدلول کلمہ ختم ایں است کہ حکم و تعلق خاتم بر ما قبل وے جاری شود و زیر سیادت و قیادت وے باشند مانند بادشاہ کہ قائد موجودین، نہ معدومین و ظہور سیادت و آغاز عمل وے بعد اجتماع باشد نہ قبل آں گویا انتظار قوے بعد اجتماع بسوئے کسے اظہار توقف بروئے است بر خلاف عکس ایں کہ محض معنوی و ذہنی است و لہذا عاقب و حاشر و مقفی ہمہ در اسمائے گرامی آمدہ اند نہ بر لحاظ ما بعد" اھ
>
> (رسالہ ختم النبوۃ ص ۷۳)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ختم اور خاتم کا حکم اور تعلق ہمیشہ اس کے ماقبل پر حاوی ہوتا ہے اور جو اس سے پہلے ہوں وہ انہیں کا خاتم قرار پائے گا خاتم کا مفہوم یہ ہے کہ وہ موجودین کا قائد ہو نہ معدومین کا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی میں عاقب، حاشر اور مقفیٰ آئے ہیں اور حضور کا عاقب ہونا بلحاظ ماقبل ہے مابعد کے لحاظ سے نہیں۔ اس عبارت میں کشمیری صاحب نے نانوتوی صاحب کا رد بلیغ فرما دیا۔ توضیح مزید کے لئے کشمیری صاحب کی ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

لکھتے ہیں "پس چوں حق تعالیٰ یکبار نص فرمود کہ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔

پس شیوۂ ایمان این است کہ ہمگی تعلل وتمحل را گذاشتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را خاتم ہمہ نبیین یقین کنیم و بایں ایمان آریم کہ در ہمیں عقیدہ ایں آیت آمدہ وچوں حضرت حق در ہیچ جا تفہیم و تقیید نہ فرمود۔ مارا حق نیست کہ بہ شبہات زیغ والحاد از عموم واطلاق آیت بدر رویم کہ مقابلۂ نص با قیاس اولاً ابلیس کردہ پس اجماع بلا فصل بریں عقیدہ منعقدہ شد واز عصر نبوۃ تا ایں وقت ہمیں استرار ماند۔ پس ایں عقیدہ قطعی الثبوت وایں آیت در اثبات قطعی الدلالۃ ماند۔ اھ بلفظ (خاتم النبیین ص۱۰ وص۱۱)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بطور نص قرآن مجید میں فرما دیا ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین تو ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہر قسم کے حیلہ وحجت کو چھوڑ کر ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب نبیوں کا خاتم یقین کرنا چاہیے اور ہمیں اس بات پر ایمان لانا چاہیے کہ اسی عقیدہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم کجروی کے شبہات اور الحاد میں مبتلا ہو کر آیت کے عموم واطلاق سے باہر چلے جائیں کیونکہ نص کے مقابلہ میں سب سے پہلے قیاس کرنے والا شیطان ہے پھر یہ کہ اس عقیدہ پر بلا فصل اجماع

امت منعقد ہو چکا ہے اور عہد نبوت سے لیکر اس وقت تک ساری امت اسی عقیدہ پر مستمر اور بر قرار رہی پس یہ عقیدہ قطعی الثبوت ہے اور یہ آیت اس کے اثبات میں قطعی الدلالۃ ہے۔

نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس میں خاتم کا مضاف الیہ لفظ النبیین کو تسلیم نہیں کیا بلکہ النبیین کی بجائے انہوں نے وصف نبوۃ کو مضاف الیہ قرار دیا گویا ان کے نزدیک النبیین کی جماعت وصف نبوۃ ہے کشمیری صاحب نے واضح طور پر لکھ دیا کہ ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبیّین کا خاتم یقین کریں اور اس بات پر بھی ایمان لائیں کہ آیۃ خاتم النبیین اسی عقیدہ میں نازل ہوئی ہے ہمیں اس بات کا کوئی حق نہیں پہنچتا کہ غلط قسم کے شبہات اور الحاد کی بناء پر آیۃ کریمہ میں النبیین کے عموم و اطلاق سے باہر جائیں۔ پھر اس میں یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ اسی عقیدہ پر قائم و مستمر ہے لہٰذا یہی عقیدہ قطعی الثبوت ہے اور یہ آیۃ عقیدہ ختم نبوۃ پر قطعی الدلالۃ ہے آیۂ کریمہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں مختلف قسم کے حیلے بہانے تلاش کر کے غلط تاویلیں کرنے میں پرستارانِ تحذیر اور مرزائی برابر کے شریک ہیں صاحب تحذیر نے لفظِ خاتم میں غلط تاویلیں کیں اور ساتھ ہی النبیّین کو مضاف الیہ ماننے سے انکار کر دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ النبیّین کو وصف نبوۃ کے ساتھ بالعرض موصوف مان کر ان کی شان میں منقصت کا ارتکاب کیا بایں طور کہ ان کی نبوۃ کو ظلی اور عکسی قرار دیا مرزائی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد ظلی نبوت کے قائل ہوئے اور صاحب تحذیر نے آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک ہر نبی کی نبوۃ کو ظلی و عکسی قرار دیدیا۔

ملاحظہ فرمائیے "تحذیر الناس" نانوتوی صاحب لکھتے ہیں۔

"عرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے کوئی کمال ذاتی نہیں" (تحذیر الناس ص ۲۸)

انشاء اللہ تعالیٰ ہم آگے چل کر ثابت کریں گے کہ انبیاء علیہم السلام کی نبوۃ کو ظلی اور عکسی قرار دینا اور انہیں وصف نبوۃ سے بالعرض موصوف ماننا دراصل

ان کی نبوۃ کا انکار کرنا ہے اس حقیقت کو ہم بارہا واضح کر چکے ہیں کہ تمام کائنات کو جو فیض ملا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے طفیل ملا ہے حتیٰ کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نبوت بھی حضور ہی کے وسیلے سے ملی لیکن اس کے باوجود ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہر نبی اپنے وصف نبوۃ میں کامل ہے اور ہر نبی کی نبوۃ محض عرضی اور مجازی نہیں۔ بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیقۃً نبی ہیں اور ہر نبی کا وصفِ نبوت حقیقی ہے۔ ورنہ ایسی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا باقی انبیاء علیہم السلام درحقیقت نبی نہ رہیں گے بلکہ سب کی نبوۃ مجازی ہو جائے گی۔

راکب سفینہ کی حرکت کیطرح کسی نبی کی نبوۃ کو محض عرضی و مجازی قرار دینا ہم قرآن وحدیث کے خلاف سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے مولوی حسین احمد صاحب مدنی نے کہا ہے۔

"کشتی کو حرکت اولاً عارض ہوتی ہے اور اس کے ذریعہ بیٹھنے والے کو حصہ پہنچتا ہے بس سلسلہ حرکت کشتی پر ختم ہو جاتا ہے اس صورت میں کشتی کو موصوف بالحرکت اولاً و بالذات کہیں گے اور جانشین کشتی کو ثانیاً و بالعرض" اھ

دیکھیے[1] الشہاب الثاقب ص۷۶

میں عرض کروں گا کہ کشتی کی حرکت حقیقۃً و بالذات ہے اور کشتی میں بیٹھے ہوئے کو حقیقۃً حرکت نہیں اس کی طرف حرکت کی نسبت مجازاً کی جاتی ہے۔

مولانا ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی کے والد گرامی مولانا عبدالحلیم علیہ الرحمۃ ملاحسن شرح سلم العلوم کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

ان الواسطۃ فی العروض عبارۃ عن ان یکون الواسطۃ متصفۃ حقیقۃ و ذوالواسطۃ یوصف مجازاً کالسفینۃ فالمتحرک لہا حقیقۃ و لجالسہا مجازاً اھ

(حاشیہ ملاحسن ص۵۱)

ص۱ : مکتبہ فریدیہ ساہیوال سے طلب کریں!

اس مقام پر یہ شبہ پیدا کرنا کہ اگر جالس سفینہ متصف بالحرکۃ نہیں تو اس کے محاذات کیسے بدلے اور وہ مغرب سے مشرق کس طرح پہنچا تو اس کا ازالہ یہ ہے کہ وہ بہ تبعیت سفینہ مغرب سے مشرق پہنچا اور تبعیت سفینہ کی وجہ سے اس کے محاذات بدلے۔ جالس سفینہ بہ تبعیت سفینہ مجازاً وصف حرکت سے متصف ہے حقیقۃً نہیں

اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص ایک بچے کو گود میں اٹھا کر چلتا ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتا ہے ظاہر ہے کہ چلنے والا، گود میں اٹھائے ہوئے بچے کے لئے واسطہ فی العروض ہے اور بچہ ذوالواسطہ ہے لیکن اس کے باوجود چلنے کی صفت اس بچے کے لئے حقیقی نہیں بلکہ محض مجازی ہے وہ بچہ واسطہ فی العروض کے تابع ہونے کی وجہ سے مغرب سے مشرق پہنچا اور اس کے محاذات بدلے۔

وصف مشی یعنی چلنے کی صفت اس بچے کے لئے حقیقۃً ثابت نہیں محض بطور مجاز ہے۔

خلاصہ یہ کہ نانوتوی صاحب کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کو تمام انبیاء علیہم السلام کے حق میں واسطہ فی العروض قرار دینا دراصل تمام انبیاء علیہم السلام کے لئے وصف نبوۃ سے حقیقۃً متصف ہونے کا انکار ہے۔ اور سب کی نبوۃ کو مجازی قرار دینا ہے۔ ظاہر ہے کہ مجازی نبوت کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی لہذا تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوۃ نانوتوی صاحب کے نزدیک محض بے حقیقت قرار پائی۔ العیاذ باللہ الکریم ٥

نیز حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت میں ذاتی اور عرضی کی تفریق قرآن مجید کی متعدد آیات کے خلاف ہے۔ ملاحظہ ہو

اِنَّآ اَوۡحَيۡنَآ اِلَيۡكَ كَمَآ اَوۡحَيۡنَآ اِلٰى نُوۡحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ

نبوۃ کی حقیقت وحی نبوۃ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے جس طرح نوح علیہ السلام اور ان کے بعد تمام نبیوں کی طرف وحی نبوت فرمائی بالکل اسی طرح ہمارے آقائے نامدار

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھی وحی نبوت فرمائی۔

جب کہ ہر نبی کی وحی نبوت یکساں ہے تو ایسی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوۃ کو وصف ذاتی اور باقی سب نبیوں کی نبوۃ کو عرضی کہنا قرآن کے قطعاً خلاف ہے۔

اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرمایا

"قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ" اے حبیب پاک آپ فرما دیجیے کہ میں کوئی نرالا اور انوکھا نبی نہیں ہوں (جس کی مثال پہلے نہ پائی جاتی ہو۔) ان کے علاوہ اور بکثرت آیات سے واضح ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوۃ کی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو حقیقی نبوۃ عطا فرمائی اگرچہ یہ عطا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے طفیل ہوئی۔ لیکن یہ کہنا قطعاً غلط ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو نبوۃ عطا فرمائی

نبوۃ و رسالت عطا کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

ثابت ہوا کہ عطائے رسالت اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ۔

سورہ انعام آیت نمبر ۸۹ یعنی یہ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوۃ عطا فرمائی۔

ایک اور جگہ فرمایا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ۔

یعنی بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوۃ عطا فرمائی۔

ان تمام آیات سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ اعطائے نبوۃ اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے اس کے باوجود اپنے مضمون کے ص ۱۹ پر آپ نے لکھا کہ۔

"نبوۃ بھی انہیں حضور کے دست مبارک سے عطا ہوئی"

اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شریک ٹھہرانا

شرک نہیں تو اور کیا ہے۔

یہ بات ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت حضور ہی کے وسیلہ سے ملتی ہے۔ اور یقیناً نبوۃ و رسالۃ بھی انبیاء کرام و رسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حضور ہی کے طفیل ملی۔ مگر اس بنار پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت بالذات اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوۃ و رسالت کو محض بالعرض اور مجازی نبوۃ و رسالت قرار دینا قرآنِ مجید میں تحریف معنوی اور انبیاء کی نبوت کا انکار صریح ہے۔

جب لفظ خاتم کے حقیقی اور لغوی معنیٰ ہی "آخر" ہیں تو ایسی صورت میں نانوتوی صاحب کا اطلاق یا عموم کا قول باطل محض ہے اور آیۃ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری نبی ہونے میں نص قطعی ہونے کا صاف انکار ہے۔ دلالۃ النص یا اشارۃ النص کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے پر بے شمار آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کیا جا سکتا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے پر یہی ایک آیۃ قرآنیہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین عبارت النص ہے جس کا نانوتوی صاحب نے نہایت بے دردی اور بے رحمی کے ساتھ انکار کر کے اسے اثر عبداللہ بن عباس پر قربان کر دیا۔ جس کی صحت بھی مختلف فیہ ہے اور بالفرض[۱] اسے صحیح مان بھی لیا جائے تو وہ ظنی ہے اور کسی دلیل ظنی سے عقیدہ کا ثبوت ہرگز نہیں ہوتا۔ میری بات اگر آپ کی سمجھ میں نہیں آتی تو اپنے گنگوہی صاحب سے سمجھ لیجئے وہ فرماتے ہیں۔

"خوب سمجھ لو کہ باب عقائد میں محض نص قطعی واجب ہے آحاد و ظنیات پر عقیدہ کا ثبوت ہرگز نہیں ہوتا" اھ (براہین قاطعہ ص۱۶۸)

اثر عبداللہ بن عباس کو خود نانوتوی صاحب ظنی مان رہے ہیں ملاحظہ فرمائیے تحذیر الناس ص۲۲ پر لفظ خاتم کے معنیٰ خاتم مرتبی ہونے کے متعلق رقمطراز ہیں۔

"ہاں بوجہ عدم ثبوت قطعی نہ کسی کو تکلیف عقیدہ دے سکتے ہیں اور نہ کسی کو بوجہ انکار کافر کہہ سکتے ہیں چونکہ اس قسم کے استنباط

ص[۱] اصل کتاب مکتبۂ فریدیہ سے طلب فرمائیں قیمت =/۳۰ روپے

امت کے حق میں مفید یقین نہیں ہوسکتے احتمالِ خطا باقی رہتا ہے البتہ تصریحات قطعی الثبوت تو پھر تکلیف مذکورہ اور تکفیر مسطور دونوں بجا تو یہاں ایسی تصریحات درجہ قطعیت کو نہیں پہنچیں یعنی نہ کلام اللہ میں ایسی تصریح ہے نہ کسی حدیث متواتر میں البتہ عبداللہ بن عباس سے ایک اثر منقول ہے جو درجہ تواتر تک نہیں پہنچا نہ اس کے مضمون پر اجماع امت منعقد ہوا" اھ تحذیر ص۲۲ ۔

اس عبارت میں نانوتوی صاحب نے وہ ساری عمارت منہدم کرکے رکھدی جسے تحذیر الناس میں پاپڑ بیل کر تیار کیا تھا اور فرمایا تھا کہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے خاتم کے معنیٰ مرتبی اور نبوۃ کی تقسیم بالذات اور بالعرض اور لفظ خاتم میں عموم واطلاق سب تاویلات میں احتمالِ خطا تسلیم کر لیا اور اس حقیقت کو مان لیا کہ اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا متواتر ہونا تو درکنار اس کے مضمون پر بھی اجماع امت منعقد نہیں ہوا لہٰذا اس سے کوئی عقیدہ ثابت نہیں ہوسکتا اور آخر میں اس حقیقت کو بھی تسلیم کر گئے کہ آیۃ کریمہ وخاتم النبیین کے جو معنیٰ میں نے بیان کئے ہیں مجھ سے پہلے لوگوں کا اس کی طرف ذہن تک منتقل نہیں ہوا۔ اپنے متعلق خود فرماتے ہیں۔ گاہ باشد کہ کودک ناداں۔ بہ غلط بر ہدف زند تیرے ملخصاً تحذیر الناس ص۲۵

مگر افسوس کہ ان کے تیر کا ہدف پر لگنا ہی محتمل خطا ہو گیا۔

ایک واہی اعتراض کا جواب

آیۂ کریمہ ولکن رسول اللہ الآیۃ میں لفظ لکن کے استدراک کی بحث میں آپ نے مجھ پر کلام الٰہی میں وہم پیدا کرنے کا الزام لگایا ہے اور "لاریب فیہ" الفاظ قرآنیہ کو میرے خلاف بطور حجت نقل کیا ہے آپ کی لاعلمی پر سخت افسوس ہے۔ معاذ اللہ! کلام الٰہی میں وہم وشبہ کا تصور بھی کوئی مسلمان نہیں کرسکتا یہاں تو لفظ لکن کے متعلق کہا گیا تھا کہ یہ کلمہ استدراک کے لئے ہے یعنی لکن سے پہلے کلام میں جو وہم کسی کو ہو سکتا ہے اس کا ازالہ کرنے کے لئے کلمہ لکن ذکر کیا جاتا ہے آپ نے اس وہم کو میری طرف منسوب کر دیا یہ آپ کا وہم ہے۔

تمام مفسرین نے اس مقام پر استدراک کی توجیہہ میں لفظ توہم لکھا ہے۔ بطور مثال ملاحظہ فرمائیے تفسیر روح المعانی پ ۲۲ ص ۳۰ شاید روح المعانی کی عبارت سے آپ کا وہم دور ہو جائے مگر یہ لا علاج مرض ہے اس سے نجات حاصل ہونا آسان نہیں۔

نسخ الکتاب بالسنہ آپ نے اپنے مضمون میں مجھ پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ میں نے صاحب درمختار و صاحب مجمع الانہر و ملتقی الابحر کے اس قاعدہ پر اعتراض نہیں کیا کہ وہ نسخ الکتاب من السنۃ القطعیہ کے قائل ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کسی علم وفن سے واقف نہیں آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ نسخ الکتاب بالسنہ کا قول امام مالک، اصحاب امام ابی حنیفہ اور جمہور متکلمین اشاعرہ نے کیا ہے اور یہ مسئلہ ایسا ہے کہ کتب تفاسیر اور تقریباً تمام کتب اصول فقہ میں مذکور ہے نسخ الکتاب بالسنہ کو صاحب روح المعانی نے مذہب منصور قرار دیا۔ دیکھئے تفسیر روح المعانی جلد ۱ ص ۳۱۷)

صاحب ملتقی الابحر الامام ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ اور الامام عبدالرحمٰن بن الشیخ محمد بن سلیمان صاحب مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر متوفی ۱۰۷۸ھ اور علامہ محمد علاؤالدین حصکفی صاحب الدر المختار متوفی ۱۰۸۸ھ یہ تینوں حضرات جن کا آپ نے حوالہ دیا ہے بہت متاخر ہیں نسخ الکتاب بالسنہ کا قول تو تفسیر احکام القرآن للجصاص متوفی ۳۷۰ھ نے بھی کیا ہے ملاحظہ ہو تفسیر احکام القرآن للجصاص جلد اول ص ۶۷۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ امام مالک، اصحاب ابی حنیفہ، جمہور متکلمین اشاعرہ صاحب روح المعانی، الامام حجۃ الاسلام ابو بکر احمد بن علی الرازی صاحب تفسیر احکام القرآن للجصاص کیا سب ہی مورد طعن اور معاذ اللہ گمراہ ہیں۔

ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے۔

قیل اور قالوا مطلقاً تمریض کیلئے نہیں اثر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں لفظ قالوا کو

تضعیف کے لئے قرار دیا اور اس دعوے کی دلیل میں کبیری کے حوالہ سے نقل کر دیا کہ انہوں نے قاضی خاں کے کلام میں لفظِ قالوا کو تضعیف کے لئے کہا ہے آپ کی لاعلمی پر افسوس بھی ہوتا ہے اور تعجب بھی۔

جناب والا! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ لفظ قالوا کو مختلف فیہ مسئلہ کے ضمن میں تضعیف کے لئے استعمال کرنا صرف آئمہ فقہاء کی اصطلاح ہے صاحب کبیری نے بھی اسے ائمہ فقہا کی عبارات میں متعارف کہا نہ کہ ہر علم و فن کے علماء کی عبارات میں میں نے فقہ کی کسی کتاب کی عبارت نقل نہیں کی بلکہ تفسیر کی عبارت نقل کی ہے۔

اور فقہا کے علاوہ کسی فن کے علماء کے نزدیک لفظ قالوا تضعیف کے لئے متعارف ہونا ثابت نہیں۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ہر فن کے علماء کی اصطلاحات مختلف ہوتی ہیں۔ لکل ان یصطلح بما شاء

لہذا آپ کا یہ اعتراض بے معنیٰ ہے۔

لاتفصیل فی النبوۃ کے متفقہ مسئلہ میں میری بعض منقولہ عبارات میں لفظ قیل پر بھی آپ نے یہی تضعیف و تمریض کا ایک اعتراض کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قیل ہو یا قالوا مطلقاً تمریض و تضعیف کے صیغے نہیں ان دونوں صیغوں کا تمرین کے لئے مستعمل ہونا اس وقت ہے جب کسی اختلافی مسئلہ کو ان صیغوں سے بیان کیا جائے جیسا کہ لفظ قالوا سے قاضی خاں نے مختلف فیہ مسئلہ کو بیان کیا ہے بالکل اسی طرح لفظ قیل ہے کہ وہ بھی تمریض کے لئے اسی وقت ہوگا جب کہ کسی اختلافی مسئلہ کے ضمن میں مستعمل ہو۔ جیسا کہ در مختار میں ہے۔

"تزوج بشہادۃ اللہ ورسولہ لم یجز بل قیل یکفر واللہ اعلم" اھ

اس کے خلاف شامی نے اسی مسئلہ کے تحت لکھا۔

"وفی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ لا یکفر"

دیکھئے شامی جلد دوم ص۳۳ بہامشہ الدر المختار۔

اسی اختلافی مسئلہ کو قاضی خاں نے قیل کی بجائے لفظ قالوا کے ساتھ ذکر کیا

شامی کی عبارت مذکورہ بالا سے واضح ہو گیا کہ درمختار کا قیل اور قاضی خاں کا قالوا دونوں تضعیف کے لئے ہیں کیونکہ اختلافی مسئلہ کے ضمن میں مستعمل ہوئے ہیں متفقہ مسئلہ قیل یا قالوا کے ساتھ بطور تمریض ذکر نہیں کیا جاتا کیونکہ جہاں اتفاق ہو وہاں ضعف کا وہم پیدا نہیں ہوتا۔

اب غور فرمائیے کہ آپ نے " لاتفضیل فی النبوۃ " کے اتفاقی مسئلہ میں لفظ قیل کو تضعیف و تمریض کے لئے قرار دے دیا۔

ہم تفصیلاً بیان کر چکے ہیں کہ ذوات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں تفضیل ہے جو کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ مگر نفس نبوۃ میں تفضیل ہرگز ثابت نہیں قطعاً انکار نہیں کیا نہ اسے عوام کا خیال قرار دیا بلکہ وہ ان دونوں شعروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک الخاتم کی حکمت بیان فرما رہے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک الخاتم بکثرت احادیث میں وارد ہے۔ خود زبانِ نبوۃ نے فرمایا میرا نام مقفی ہے، عاقب ہے اور خاتم ہے۔ خطیب ابن عساکر اور ابن عدی سب نے یہ حدیث روایت کی۔ دیکھئے ختم النبوۃ فی الآثار مفتی محمد شفیع دیوبندی ص ۴۴ اس کے علاوہ شفا قاضی عیاض ص ۲۳۲ طبع مصر مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۱۸۲ ، الخصائص الکبریٰ جلد اول ص ۷۷۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اسم مبارک الخاتم کی حکمت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل جود و سخا (بلکہ تمام کمالات) میں نہ کوئی ہوا نہ ہوگا۔ جب کوئی صاحب صنعت اپنے کمالات میں بالادست ہو جائے تو کیا تم اس کے بارے میں نہ کہو گے؟ کہ گویا یہ صنعت تجھ پر ختم ہو گئی۔

ان دونوں شعروں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جامع کمالات ہونے کو بطور مجاز ختم سے تعبیر کیا گیا ہے جب کہ قرآن مجید کے لفظ خاتم النبیین میں ہر قسم کی تاویل و تخصیص اور مجاز کی نفی اور خاتم کے معنیٰ صرف آخر ہونے پر اجماع امت منعقد ہو چکا ہے اس اجماع کو آپ کے مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے بھی تسلیم کیا ملاحظہ ہو ضمیمہ ختم نبوۃ ص ۱۰

معلوم ہوا کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک الخاتم سے ہے۔ آیۃ کریمہ کے لفظ خاتم سے نہیں اور نانوتوی صاحب کی کتاب تحذیر الناس میں آیۂ قرآنیہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین پر کلام کیا گیا ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اس بات سے بے خبر نہ تھے کہ قرآن مجید میں لفظ خاتم کے معنی صرف آخر ہیں اور اس میں ہر قسم کی تاویل و تخصیص کی نفی اور مجاز مراد نہ ہونے پر اجماع امت منعقد ہو چکا ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کے لفظ خاتم کے مجازی معنی اکر کے اجماع امت کی خلاف ورزی کریں۔ ثابت ہوا کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے شعر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک الخاتم سے متعلق ہیں اور شارحین مثنوی مثلاً علامہ بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی وہ سارا کلام جو ان دو شعروں کے تحت ہے سب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک الخاتم ہی سے تعلق رکھتا ہے قرآن پاک کے لفظ خاتم سے ہرگز متعلق نہیں جس میں مجاز نہ ہونے پر اجماع امت منعقد ہو چکا ہے اور یہ بات ہم بارہا عرض کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع کمالات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہونے میں کسی مسلمان کو کلام نہیں ہو سکتا، مگر حضور کا یہ وصف مبارک قرآن کے لفظ خاتم سے نہیں بلکہ بکثرت آیات و احادیث سے ثابت ہے جن کی طرف ہم سابقاً اشارہ کر چکے ہیں۔ ان احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک الخاتم بھی شامل ہے جس کی حکمت بیان کرتے ہوئے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے حضور کے جامع کمالات ہونیکی طرف اشارہ فرمایا ہے لہٰذا مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے ان دو شعروں کو نانوتوی صاحب کی تائید سمجھنا سخت جہالت ہے اور اگر پرستارانِ تحذیر الناس اس جہالت پر مصر ہیں کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے ان دو شعروں میں آیۃ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کے لفظ خاتم کی تفسیر ہے تو انہیں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے یہ دو شعر بھی پیشِ نظر رکھنے چاہییں

دل بدست آور کہ حج اکبر است ۔ از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

کعبہ بنگاہ خلیل آزر است ۔ دل گذرگاہ جلیل اکبر است

سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ الآیۃ

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے حج اکبر کی تفسیر " دل بدست آور" سے فرمائی ہے پرستاران تحذیر سے بعید نہیں کہ وہ یہاں حج اکبر کا لفظ دیکھ کر ان دو شعروں کو قرآن مجید کے حج اکبر کی تفسیر قرار دے دیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

نانوتوی صاحب کے عقیدۂ ختم نبوت کی حقیقت

اب آخر میں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ امت مسلمہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الاطلاق خاتم النبیین اور آخر النبیین ہیں آپ کے بعد کبھی کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا لیکن نانوتوی صاحب اس کے منکر ہیں وہ لکھتے ہیں

" ومیدانی کہ بعد ار تفارع کلام ربانی ازیں جہانِ فانی آمدن قیامت تقدیر یافتہ ورنہ بشرط بقائے عالم آں وقت اگر نبی دیگری آید مضائقہ نبود" اھ

ملاحظہ فرمائیں " قاسم العلوم" مکتوبات نانوتوی صاحب) مکتوب اول بنام مولوی محمد فاضل ص۵۵ مطبوعہ لاہور جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس جہانِ فانی سے کلام ربانی (قرآن مجید) کے اٹھ جانے کے بعد قیامت کا آنا مقدر ہوچکا ہے ورنہ بشرط بقائے عالم اس وقت اگر دوسرا نبی آجائے تو مضائقہ نہ ہوگا۔ یعنی قرآنِ مجید کے اٹھ جانے کے بعد کچھ عرصہ قیامت نہ آئے اور عالم باقی رہے تو اس وقت دوسرے نبی کے آنے میں کوئی حرج نہیں۔

اس عبارت میں نانوتوی صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطلقاً آخری نبی ہونے کا انکار کیا ہے اور قرآن مجید کے اس جہان فانی سے اٹھ جانے تک حضور کو خاتم النبیین مانا ہے۔ اور صاف کہا ہے کہ قرآن پاک اٹھ جانے کے بعد قیامت کا آنا مقدر ہوچکا ہے ورنہ قرآن مجید اٹھ جانے کے بعد قیامت سے پہلے اگر عالم باقی رہے تو دوسرے نبی کے آنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر نانوتوی صاحب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کو علی الاطلاق خاتم النبیین مانتے تو یوں کہتے کہ قرآن مجید اٹھ جانے کے بعد اگر عالم باقی رہا تو پھر بھی کوئی دوسرا نبی نہیں آسکتا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم علی الاطلاق خاتم النبیین ہیں۔

اس کے بعد ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس جہانِ فانی سے قرآن پاک اٹھ جانے کے بعد بھی قیامت سے پہلے عالم باقی رہے گا اور بقائے عالم کی شرط پائی جائے گی جس کے ساتھ نانوتوی صاحب کسی دوسرے نبی کے آنے کو مشروط قرار دے رہے ہیں

ملاحظہ فرمائیے! آپ کے مولانا اشرف علی صاحب تھانوی بہشتی زیور میں لکھتے ہیں۔

"جب سب مسلمان مرجائیں گے اس وقت کافر حبشیوں کا ساری دنیا میں عمل دخل ہو جائے گا اور قرآن شریف دلوں سے اور کاغذوں سے اٹھ جائے گا اور خدا کا خوف اور خلقت کی شرم سب اٹھ جائیگی اور کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا اُس وقت ملک شام میں بڑی ارزانی ہو گی لوگ اونٹوں پر اور سواریوں پر، پیدل ادھر جھک پڑیں گے اور جو رہ جائیں گے ایک آگ پیدا ہو گی اور سب کو ہانکتی ہوئی شام میں پہنچا دے گی اور حکمت اس میں یہ ہے کہ قیامت کے روز سب مخلوق اس ملک میں جمع ہو گی پھر وہ آگ غائب ہو جائے گی اور اس وقت دنیا کو بڑی ترقی ہو گی تین چار سال اسی حال سے گزریں گے کہ دفعۃً جمعہ کے دن محرم کی دسویں تاریخ صبح کے وقت سب لوگ اپنے اپنے کام میں لگے ہوں گے کہ صور پھونک دیا جائے گا" انتہیٰ بلفظہٖ (مقبول بہشتی زیور حصہ ہفتم ص۴۲)

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے واضح طور پر لکھا ہے کہ قرآن مجید اٹھ جانے کے بعد بھی کئی واقعات رونما ہوں گے اس وقت دنیا کو بڑی ترقی ہو گی تین

چارسال اسی حال سے گزریں گے اس کے بعد قیامت آئے گی۔

قرآن مجید اٹھ جانے کے بعد قیامت سے پہلے کم از کم تین چار سال تک بقائے عالم کی تصریح تھانوی صاحب کے اس کلام میں موجود ہے۔ اب دیکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دوسرے نبی کے آنے کی شرط (بقاء عالم) جو نانوتوی صاحب نے لگائی ہے وہ پائی گئی۔

نتیجہ واضح ہے کہ اس تین چار سال کے عرصہ میں اگر کوئی دوسرا نبی آجائے تو نانوتوی صاحب کے نزدیک کوئی مضائقہ نہیں۔ اب کہاں گیا وہ عقیدہ تاخر زمانی اور ختم نبوۃ؟

امید ہے کہ اس کے بعد آپ کی آنکھیں کھل جائیں گی اور آپ تسلیم کر لیں گے کہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو الزام نانوتوی صاحب پر لگایا تھا وہ صحیح اور حق ہے۔ وللہ الحمد!

"اصل محفوظ ہے"

سید احمد سعید کاظمی غفرلہ
شاداب کالونی ملتان۔

۱۸ رمضان المبارک سنہ ۱۴۰۰ھ
مطابق ۲۲ جولائی سنہ ۱۹۸۰ء